مولانا آزاد کی گرفتاری اور مقدمہ کی مختصر روئداد

قول فیصل

"ایک عظیم الشان بیان" تحریر گاندھی جی در اخبار ینگ انڈیا ۲۳ فروری ۱۹۲۲ء

از یکم دسمبر ۱۹۲۱ء تا ۱۱- فروری ۱۹۲۲ء

بسم اللہ الرحمان الرحیم

بہ بدمستی سزد گر متہم سازد مرا ساقی۔ ہنوز از بادۂ پارینہ ام پیمانہ بو دارد (1)

٭٭٭

بنگال کے ایک مشہور ہندو جرنلسٹ اور پولٹکل رہنما نے روئداد کے انگریزی اڈیشن کے لئے جو تحریر بطور دیباچے کے لکھی ہے، اُسی کا ترجمہ یہاں بطور اردو دیباچے کے درج کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

مولانا ابوالکلام کی گرفتاری اور مقدمے کی یہ مختصر روئداد ہے، جو ملکہ کے اصرار و طلب سے سرسری طور پر مرتب کرکے شائع کی جاتی ہے۔ مقدمے کی روئداد زیادہ تر مقامی اخبارات کی رپورٹوں اور اسوسی ایٹڈ پریس کے تاروں سے نقل کی گئی ہے۔ بہت سی تفصیلات بخوف طوالت نظر انداز کردی گئیں۔ اثنائے مقدمہ میں عدالت سے باہر جو واقعات ظہور میں آئے، اور جن میں سے اکثر ایسے ہیں جو مولانا کی گرفتاری سے بہت قریبی تعلق رکھتے تھے، ان کا بھی کچھ ذکر نہیں کیا گیا، کیونکہ روئداد مقدمہ کے موضوع سے وہ خارج تھے۔

(فہرست مضامین)

اس مجموعے میں سب سے پہلے وہ پیغام درج ہے، جو گرفتاری سے دو دن پہلے مولانا نے لکھ کر اپنے کاغذات میں رکھ دیا تھا اور گرفتاری کے بعد شائع ہوا۔ اُس کے بعد گرفتاری کی مختصر کیفیت درج ہے۔ پھر تاریخ وار تمام پیشیوں کی روئداد دی گئی ہے۔ اس کے بعد مولانا کا بیان ہے جو انھوں نے عدالت کے لئے لکھا

---

(1) مولانا نے اپنے بیان کا عنوان اسی شعر کو رکھا ہے، جیسا کہ اُن کے مسودے میں ہے۔ لیکن چونکہ بیان اس لئے لکھا گیا تھا کہ اُس کا انگریزی ترجمہ عدالت میں داخل کیا جائے، اس لئے ترجمے کے وقت نکال دیا گیا۔

فی الحقیقت اصل مقصود اس رسالے کی ترتیب سے اسی کی اشاعت ہے - آخر میں
بطور ضمیمہ کے مولانا کا وہ مضمون بھی شامل کر دیا گیا ہے، جو کلکتے
پہنچ کر انھوں نے "پیغام" میں شائع کیا تھا، اور جس میں گورنمنٹ کے
تازہ جبر و تشدد کے جواب میں ایک نئی مدافعانہ حرکت کی اپیل کی گئی
تھی - ملک نے اپیل کا جس جوش و مستعدی کے ساتھ جواب دیا، اور خصوصاً
بنگال میں جیسی یادگار اور غیر منتظر دفاعی پیش قدمی شروع ہوئی
وہ موجودہ تحریک کی تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار اور سر فخر کارنامہ ہے
اگر بد قسمتی سے اس فتح مندی کے تمام ثمرات یکایک ضائع نہ کر دئے جاتے تو
فی الحقیقت ملک نے میدان کا پہلا مرحلہ جیت لیا تھا - اور قریب تھا کہ ایک
نیا کامیاب دور شروع ہو جائے - چونکہ مولانا کی گرفتاری ہی سے اس نئی حرکت
کا سلسلہ شروع ہوا - اس لئے ضروری معلوم ہوا کہ یہ مضمون بھی روئداد میں
شامل کر دیا جائے - دسمبر سنہ ۲۱ - سے ۱۱ - فروری ۲۲ تک ملک نے جو
فتح مند دفاع کیا ہے، وہ گویا اسی دعوت کا عملی جواب تھا -

(مولانا کی گرفتاری اور اس کی نوعیت)

ہمارے مسلمہ لیڈروں میں سب سے آخری گرفتاری مولانا اور مسٹر
سی - آر - داس کی ہوئی - مسٹر داس کی گرفتاری بنگال کے مقامی
حالات کا نتیجہ تھی - لیکن مولانا کا معاملہ اُن سے بالکل مختلف تھا -
اگر ۱۷ نومبر کے بعد کے حالات پیش نہ آتے، جب بھی ان کی گرفتاری
اٹل تھی - اور ہر صبح و شام متوقع تھی - گزشتہ ایک سال کے اندر
شاید ہی کسی نے اس قدر صاف صاف اور بے پردہ چیلنج گورنمنٹ
کو دیا ہوگا جیسا کہ مولانا نے دیا - مسئلۂ خلافت اور سوراج
سے قطع نظر، خاص طور پر بھی وہ برابر گورنمنٹ کو اپنی
گرفتاری کے لئے دعوت دیتے رہے - اور ان کا طرز عمل
[illegible] رہا -

نہیں دی گئی تھی - لیکن مولانا نے صاف صاف کہدیا کہ اگرچہ اسوقت اس قانون کی خلاف ورزی کرنے کا عام طور پر حکم نہیں دیا گیا ہے ، لیکن میرے لیے افضلیت (عزیمت) اِسی میں ہے کہ خلاف ورزی کروں ، اور سچائی کے اعلان سے باز نہ رہوں - جب میں افضل بات پر عمل کرسکتا ہوں تو کم مرتبہ طریقہ کے دامن میں کیوں پناہ لوں ؟ (۱) چنانچہ انہوں نے اعلان کردیا کہ جمعہ کے دن شاہی مسجد میں بیان کرینگے - بعض وزراء حکومت پنجاب نے مہاتما جی سے شکایت کی کہ مولانا کا طرز عمل آپ کے خلاف ہے - لیکن مہاتما جی نے کہا - بلا شبہ میں عام طور پر سول ڈس اوبیڈین کی اجازت کا مخالف ہوں ، لیکن ایسے ذمہ دار افراد کیلیے جیسے کہ مولانا ہیں ، ہر وقت اُسکا دروازہ کھلا ہے - چنانچہ جمعہ کے دن اُنہوں نے پہلے جمعہ کا خطبہ دیا - اُس کا موضوع بھی وقت ہی کے مسائل تھے - پھر نماز کے بعد صحن مسجد میں ترک موالات پر ایسی دل ہلا دینے والی تقریر کی جو ہمیشہ اہل لاہور کو یاد رہیگی - لاہور کے نیم سرکاری اینگلو انڈین آرگن " سول اینڈ ملیٹری " نے اس پر لکھا تھا کہ اس کارروائی کے ذریعہ علانیہ اہل پنجاب کو قانون شکنی کی دعوت دی گئی ہے - مسٹر گاندھی اپنے رفیق کو اس سے باز رکھنا ضروری نہیں سمجھتے - اگر گورنمنٹ پنجاب نے اس پر فوری کارروائی نہیں کی تو پنجاب کے نواں کو اپریٹرز کی جرأتیں بہت بڑھجائینگی - یہ بھی لکھا تھا کہ مارشل لا کے حکام نے شاہی مسجد کو اسی مجبوری سے بند کردیا تھا - اب سول حکام کو بھی اس پر غور کرنا چاہیے - اس نوٹ کی سرخی " صحن مسجد میں باغیانہ لکچر " تھا -

ایک ہفتہ کے بعد وہ امرتسر آے - یہاں بھی تقریر ممنوع تھی - لیکن جامع مسجد میں انہوں نے خطبہ دیا - اور نماز کے بعد مکرر تقریر کی - اُسی وقت

---

(۱) مولانا نے اس موقعہ پر اسلام کی دو اصطلاحیں بولی ہونگی " رخصت " اور " عزیمت " - ہر نیک عمل میں ایک طریقہ رخصت کا ہوتا ہے ، اور ایک عزیمت کا - اہل عزائم ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے ہیں اور رخصت کی آسانیوں کو عامۃ الناس کیلیے چھوڑ دیتے ہیں - یہی بات مولانا نے مضمون نگار سے بھی دہرائی ہوگی اور اسکا مطلب سمجھایا ہوگا - انہوں نے اسی کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے - رخصت اور عزیمۃ دعوۃ کا فرق مولانا نے " تذکرہ " میں خوب واضح کیا ہے -

(گرفتاری کے لئے مسلسل دعوت)

مارچ ۲۱ میں مہاتما گاندھی کے ہمراہ مولانا نے پنجاب کا تیسرا دورہ کیا - اس وقت ضلع لاہور اور امرتسر میں سیڈیشس میٹنگز ایکٹ نافذ تھا - یعنی نہ تو کوئی پبلک جلسہ ہو سکتا تھا نہ کوئی پبلک تقریر کی جا سکتی تھی - اسی لئے مہاتما جی نے بھی گوجرانوالا جا کر تقریر کی - لاہور اور امرتسر میں کوئی تقریر نہیں کی، کیونکہ اس وقت تک وہ قانون کی خلاف ورزی کی اجازت

چنانچہ تمام ملک میں جلسوں کے انعقاد اور کرانچي رزولیوشن کي تصدیق کا سلسلہ شروع ہوگیا - اور گورنمنت حیران و درماندہ ہوکر رہگئي !

پھر کرانچي ، بمبئي ، آگرہ ، لاہور وغیرہ مقامات میں بھي وہ برابر اس کا اعلان کرتے رہے - بمبئي ، آگرہ ، اور لاہور کي کانفرنسوں کے صدر بھي وھي تھے - آگرہ کي پراونشیل خلافت کانفرنس میں کرانچي رزولیوشن پیش کرتے ہوے انہوں نے جس طرح گورنمنت کو چیلنج دیا ، اُسے سنکر بڑے بڑے با ہمت اشخاص بھي دم بخود ہوگئے تھے اور فیصلہ کردیا تھا کہ صبح سے پہلے ھي وہ گرفتار کرلیے جائینگے !

علی برادرز کي گرفتاري کے بعد مہاتما گاندھی جي نے ہندو مسلمان لیڈروں کو بمبئي میں جمع کرکے ایک مینوفسٹو شائع کیا تھا - اس میں کرانچي رزولیوشن کي اس بنا پر تائید کي تھي کہ موجودہ حالت میں سرکار کي سول اور فوجي ملازمت کو ملکي غیرت کے خلاف کہنا کوئي جرم نہیں ہے ، اور ایسا کہنا ایک جائز فعل ہے - اسپر اخبار ٹائمز آف انڈیا نے لکھا تھا کہ گورنمنت اس مینوفسٹو پر دستخط کرنے والوں کے خلاف کوئي کارروائي نہیں کریگی - کیونکہ صرف اس خیال کو زبان سے ظاہر کردینا یا شائع کرنا جرم نہیں ہے - بلکہ عملاً سپاھیوں کو ورغلانا - اور اُنکو ترک ملازمت کي دعوت دینا جرم اور سازش ہے - کرانچي کا مقدمہ عملي اقدام کي بنا پر کیا گیا ہے - مجرد رزولیوشن پاس کردینے کی بنا پر نہیں ہے -

یہ بات بہت سے کمزور دلوں کیلیے ایک حیلہ بن گئی - وہ کرانچی رزولیوشن کا اعلان کرتے ، مگر " ایسا کرونگا " اور " ایسا ھونا چاھیے " وغیرہ الفاظ کے ساتھہ بولتے - بالفعل عمل کرنے پر زور نہ دیتے ، نہ اپنے عمل کرنے کا اظہار کرتے - لیکن مولانا نے یہ تسمہ بھي لگا نہ رکھا - انہوں نے بمبئي ، آگرہ ، لاہور وغیرہ کي تقریروں اور اپنے تحریري اعلانات میں صاف صاف کہدیا کہ یہ صرف میرا اعتقاد یا زبانی اعلان ھی نہیں ہے ، اور نہ لیڈروں کے مینوفسٹو کی طرح صرف اس بات کے جواز کا مدعی ھوں - بلکہ دو سال سے اس پر عمل بھی کررھا ھوں - آئندہ بھی کرونگا اور ہر شخص سے کہتا ھوں کہ وہ بھی ایسا ھی کرے - میں پوري جد و جہد کرونگا کہ ہر سپاھی تک اس پیغام حق کو پہنچا دوں -

بمبئی کی اُس میٹنگ میں میں بھی شریک تھا - مولانا نے میٹنگ میں بھی اپنی یہ راے ظاہر کردي تھی کہ مینوفسٹو کا مضمون ناکافی ہے اور صرف ایسا کہنے کے " جواز " کا اظہار کرنا حصول مقصد کیلیے سودمند نہیں - اُنہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں نے عملاً ایسا کیا ہے اور ہمیشہ کرتا رھونگا -

وہ میل ٹرین سے لکھنؤ جارہے تھے - اسلیے دس پندرہ منٹ سے زائد نہ بول سکے - تاهم انهوں نے صرف اسلیے تقریر کی تهی کہ گورنمنٹ پنجاب کو یہ کہنے کا موقعہ باقی نہ رہے کہ جمعہ کا خطبہ معمولی تقریر نہیں ہے، جس کے ارتکاب سے سرکاری آرڈر کی خلاف ورزی ہوئی ہو - پس عام بول چال کے مطابق جس تقریر کو پولیٹکل تقریر کہہ سکتے ہیں، وہ بھی انہوں نے نماز کے بعد کردی اور گورنمنٹ کیلیے کسی حیلے حوالے کی گنجائش باقی نہ چھوڑی !

مگر گورنمنٹ پنجاب نے بالکل تغافل کیا - گرفتار کرنے کی جرأت نہ کرسکی - مولانا نے یہ واقعہ خود مجھسے بیان کیا تھا -

اُسکے بعد کرانچی خلافت کانفرنس کے رزولیوشن کی بنا پر علی برادرز اور دیگر اصحاب کی گرفتاری عمل میں آئی - اُس موقعہ پر تو مولانا نے اپنی گرفتاری کیلیے یکے بعد دیگر ایسے شجاعانہ بلاوے دیے، کہ شاید ہی کوئی نظیر اسکی ملسکے - علی برادران ۱۴ - اگست کو گرفتار کیے گئے، لیکن کلکتہ میں ۱۸ - کی صبح کو خبر پہنچی - اُنہوں نے اُسی وقت ھالیڈے پارک میں جلسہ کے انعقاد کا اشتہار دیا، اور شام کو بیس هزار سے زیادہ کے مجمع میں تقریر کی - انہوں نے کہا تھا :

" جس رزولیوشن کی بنا پر علی برادران گرفتار کیے گئے ہیں، وہ اسلام کا ایک مانا ہوا اور مشہور معروف مسئلہ ہے اور ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اُسکا اعلان کرے - وہ رزولیوشن دراصل میرا ہی طیار کیا ہوا ہے اور میری ہی صدارت میں سب سے پہلے اسی کلکتہ کے ٹون هال میں منظور ہوا ہے - میں اُس سے بھی زیادہ تفصیل اور صفائی کے ساتھہ اسوقت اُسکے مضمون کا اعلان کرتا ہوں - یہ سی - آئی ڈی کے رپورٹر بیٹھے ہیں اور میں اُنہیں کہتا ہوں کہ حرف بحرف قلمبند کرلیں - اگر یہ جرم ہے تو گورنمنٹ کو یاد رکھنا چاهیے کہ اسکا ارتکاب همیشہ جاری رهیگا "

اسکے بعد دهلی میں مرکزی جمعیۃ العلماء اور خلافت کمیٹی کا جلسہ ہوا - ان دونوں جلسوں میں بھی اُنہوں نے کرانچی رزولیوشن کو زیادہ صاف اور واضح لفظوں میں پیش کیا - نیز ایک تجویز اس مضمون کی بھی پیش کی کہ "چونکہ گورنمنٹ نے اس اسلامی حکم کی تبلیغ کو جرم قرار دیا ہے، اسلیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اب اسکے اعلان میں اپنی جان لڑا دے، اور ہر مقام پر اس غرض سے جلسے منعقد کیے جائیں - "

پس اِن حالات میں اگر اسقدر توقف اور پس و پیش کے بعد گورنمنٹ نے اُنہیں گرفتار کیا ' تو جیسا کہ خود اُنہوں نے کہا ہے ' فی الحقیقت یہ کوئی خلاف توقع بات نہیں ہے ' اور اُنکی طرح ہمیں بھی اسپر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے -

(آخري دفاعي معرکہ)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کي حکمت اُنکي گرفتاري سے بر وقت ایک خاص کام لینا چاهتي تھي - اسیلیے تعجب انگیز طور پر اُنکي گرفتاري برابر ملتوي هوتي رهي - اور پھر ٹھیک اُسي وقت هوئي ' جبکہ تحریک کي نئي زندگي کیلیے اُسکي ضرورت تھي - اگر یہي واقعہ ڈسمبر سے پہلے ظہور میں آ جاتا ' تو وہ نتائج کیونکر حاصل هوتے جو ڈسمبر کے بعد کے حالات هي میں وجود پذیر هوسکتے تھے ؟

۱۷ - نومبر کے بعد اچانک قومي تحریک جن حالات میں گھر گئي تھي ' اُسکا صرف اُنهي لوگوں کو اندازہ ہے جو تحریک کے اندروني نظم و نسق میں دخل رکھتے هیں - یہ وہ موقعہ تھا کہ ملک نہایت بے چیني کے ساتھہ کسي نئے اِقدام کا انتظار کر رہا تھا - سال کے اختتام میں (جو نوان کوا پریشن پروگرام کے نفاذ کي مجوزہ مدت تھي) صرف دو ماہ باقي رهگئے تھے ' اور ساري اُمیدوں کا مرکز مہاتما گاندھي جي کا یہ اعلان تھا کہ پہلي ڈسمبر سے وہ بردولي تعلقہ میں اجتماعي سول ڈس اوبیڈین شروع کردینگے - لیکن یکایک بمبئي میں پرنس آف ویلز کے ورود کے موقعہ پر شورش نمودار هوئی ' اور اُس سے مہاتما گاندھی جی کے ذکی الحس قلب پر ایسا شدید اثر پڑا کہ اُنہوں نے نہ صرف بردولی کا کام ملتوي کردیا ' بلکہ پے در پے تین بیانات شائع کرکے اعلان کردیا کہ موجودہ حالات میں تحریک کی ناکامیابی کا ہمیں اعتراف کرلینا چاهیے !

اس اعلان نے تمام ملک میں افسردگی اور مایوسی کی ایک عام لہر دوڑا دي - قریب تھا کہ لوگوں کے دل بالکل هی بیٹھہ جائیں - چنانچہ ۲۲ - نومبر کو جب کانگرس کي ورکنگ کمیٹی کا جلسہ هوا تو تمام ممبروں پر یاس و حسرت چھائی هوئی تھی اور کچھہ نظر نہیں آتا تھا کہ تحریک کو زندہ رکھنے کیلیے کونسا فوري عمل اختیار کیا جاے ؟ مولانا اور مسٹر داس نے خود مجھسے واپسي کے بعد کہا تھا : " هم بالکل تاریکي میں گھر گئے تھے " لیکن خدا کي رحمت نے فوراً چارہ سازي کی - جبکہ ۲۲ - نومبر کو بمبئي میں لوگ راہ عمل سونچ رهے تھے ' تو ٹھیک اُسی وقت گورنمنٹ کے نئے جبر و تشدد سے کلکتہ میں ایک نیا دروازۂ عمل کھل چکا تھا -

ابتدا میں گورنمنٹ نے علي برادران اور انکے ساتھیوں کے برخلاف صرف کرانچي رزو لیوشن کا الزام لگایا تھا - لیکن جب مولانا نے بار بار اعلان کیا کہ کرانچي رزو لیوشن خلافت اور جمعیت العلماء کي گذشتہ تجویزوں کا صرف اعادہ ھے - رزنہ سب سے پہلے خود انہوں نے ۲۹ - فروري سنہ ۲۰ - کو خلافت کانفرنس کلکتہ میں اسکا اعلان کیا ھے ' تو پھر گورنمنٹ بھي چونکي ' اور جونہي مقدمہ سشن کورٹ میں شروع ھوا ' سرکاري وکیل نے دعوے میں ترمیم کرکے کلکتہ کانفرنس کا رزو لیوشن بھي شامل کردیا - اسپر مولانا نے ایک برقي بیان فوراً تمام اخبارات میں شائع کرایا تھا - جسکي بے باک شجاعانہ اسپرٹ نہایت ھي عجیب و غریب تھي اور ھمیشہ ھندوستان کي تاریخ میں یادگار رھیگي - اس میں انہوں نے لکھا تھا کہ صرف اتني ھي ترمیم سے سرکاري دعوا مکمل نہیں ھوسکتا - اور مرحلے بھی ابھي باقي ھیں :

" سب سے پہلے کلکتہ خلافت کانفرنس کیلیے یہ رزو لیوشن میں نے طیار کیا - خود اپني قلم سے لکھا ' اور میري ھي صدارت میں منظور ھوا - اسکے بعد دھلي میں جمعیۃ العلماء کا جلسہ ھوا اور میں نے اس رزو لیوشن پر بصورت فتوی کے دستخط کیا - پھر بریلي میں جمعیۃ کا جلسہ ھوا - اس کا بھي میں ھی صدر تھا ' اور صدارت کي طرف سے اس رزو لیوشن کو پیش کرکے منظور کرایا تھا - علاوہ بریں رسالۂ خلافت میں ایک خاص باب اس موضوع پر لکھہ چکا ھوں ' اور اسکي بے شمار کاپیاں تقسیم ھوچکي ھیں - پھر کلکتہ ' دھلي ' کرانچي ' بمبئي وغیرہ میں بھي میں نے ایسا ھي بیان کیا ھے - میں اس کا بھي اقرار کرتا ھوں کہ یہ صرف میرا زباني اظہار ھی نہ تھا بلکہ میں نے اس پر عمل بھي کیا ھے اور ھمیشہ لوگوں کو کہتا رھا ھوں کہ اسکي تبلیغ کرتے رھیں - اگر یہ " سازش " اور " اغوا " ھے تو مجھے اسکے ارتکاب کا ھزار مرتبہ اقرار ھے - گورنمنٹ کو چاھیے تھا کہ علي برادر سے پہلے (جنھوں نے صرف نقل و اعادہ کیا ھے) مجھپر مقدمہ چلاتي "

۳۰ - ستمبر سنہ ۲۱ - کو یہ بیان ملک کے تمام انگریزي اور ورنی کلر اخبارات میں شائع ھوگیا ' مگر گورنمنٹ کي جانب سے بالکل اغماض کیا گیا اور کوئي کارروائي آنکے برخلاف نہ کي گئي - یہ امر واقعہ ھے کہ تمام ملک کو اسپر سخت تعجب اور حیراني ھوئي تھي - جیسا کہ اُنھوں نے اپنے " بیان " کي دفعہ ۲ - میں اشارہ کیا ھے -

یہ واقعہ علاوہ اُن بے شمار تقریروں اور کارروائیوں کے ھے ' جن میں وہ برابر بلا کسي ادنی تزلزل کے یکساں قول و فعل کے ساتھہ مشغول رھے -

(مقدمہ کي چند خصوصيات)

اب ہم اُن بعض امور کي طرف ناظرين کو توجہ دلانا چاہتے ہيں جنکي وجہ سے يہ سادہ اور مختصر مقدمہ ملک کے بے شمار پوليٹکل مقدمات ميں ايک خاص اہميت رکھتا ہے ' اور جن ميں ہماري اخلاقي اور پوليٹکل زندگي کيليے نہايت ہي قيمتي رہنمائي پوشيدہ ہے :

(کامل صادقانہ روش)

سب سے پہلے جو چيز ہمارے سامنے آتي ہے ' وہ مولانا کا مضبوط ' يک سو ' قطعي ' اور ہر طرح کي دورنگيوں اور تذبذب آميز باتوں سے محفوظ کيرکٹر ہے - يہ اگرچہ اُنکي پبلک لائف کے ہر حصے ميں ہميشہ نماياں رہا ہے' اور نظر بندي کي چار سالہ زندگي ميں اچھي طرح ہم اُس کا اندازہ کرچکے ہيں' لیکن عدالت اور باقاعدہ چارہ جوئي کي صورت نظر بندي سے بالکل ايک مختلف صورت ہے - پہلے ميں کوئي موقعہ اظہار براءت اور بحث و دلائل کا نہيں ہوتا - دوسرے ميں سزا دہي کي بنياد ہي بحث و دلائل اور ڈيفنس پر ہوتي ہے - پس در اصل ايک ليڈر کي روش اور استقامت کي اصلي آزمائش گاہ عدالت ہي کا حال ہے -

اس حقيقت کو دونوں پہلوؤں سے جانچنا چاہيے - اس لحاظ سے بھي کہ عام طور پر ايک قومی رہنما اور سياسي ليڈر کی روش گرفتاري کے بعد عدالت ميں کيا ہونی چاہيے ؟ اور اس لحاظ سے بھي کہ خاص طور پر نوان کو اپريشن اُصولوں کے ماتحت ايک سچے نوان کو اپريٹر کو عدالت ميں کيا کرنا چاہيے ؟ مولانا کی روش دونوں حيثيتوں سے ہمارے ليے سبق آموز ہے -

سب سے بڑي چيز " قول " اور " عمل " کي مطابقت ہے - يعني ہم جو کچھہ کہا کرتے ہيں ' وقت پڑنے پر ٹھيک ٹھيک ويسا ہي بلکہ اُس سے زيادہ کر دکھائيں - مولانا نے اپنے مضبوط طرز عمل سے دکھلا ديا کہ وہ وقت پر اپني کوئي بات اور کوئي دعوي بھي واپس لينا نہيں چاہتے -

ايک ليڈر جب گورنمنٹ کے خلاف طرز عمل اختيار کرتا ہے ' اور اظہار حق ميں اپنے آپ کو نڈر اور بے پروا بتلاتا ہے ' تو وہ بار بار ظاہر کرتا ہے کہ ہر طرح کي قربانيوں کيليے طيار ہے - اور گورنمنٹ کو چيلنج ديتا ہے کہ آسے جب چاہے گرفتار کرلے - ليکن جب گورنمنٹ خود اُسي کے اختيار کيے ہوے اور پسند کيے ہوے طريقہ کے

جونہی گورنمنٹ بنگال نے رضا کاروں کی جماعت اور مجالس کو خلاف قانون قرار دیا ' فوراً اهل کلکتہ نے ایک هزار دستخطوں سے نئی جماعت رضا کاراں کا اعلان شائع کردیا - اسکے بعد مسٹر سي - آر - داس اور مولانا کلکتہ پہنچے ' اور اُنہوں نے معلوم کرلیا کہ فتح مندي کا اصلی میدان بنگال هی میں گرم هوگا - اُنہوں نے آل انڈیا کانگرس کمیٹی یا ورکینگ کمیٹی ' یا مہاتما گاندھي کی اجازت کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کیا ' بلکہ فوراً رضاکاروں کي تنظیم اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا - روزانہ چار چار پانچ پانچ سو گرفتاریوں کي تعداد پہنچ گئي - بنگال کي پیش قدمي نے دوسرے صوبوں پر بھي اثر ڈالا - نئي حرکت هر طرف شروع هوگئي' اور اچانک ملک میں ایک ایسي نئي زندگي پیدا هوگئي کہ لوگوں کو پچھلي افسردگي و مایوسی کا ایک گزرے هوے خواب جتنا بھی خیال باقي نہ رہا -

خود مولانا کو بھي اس حقیقت کا پورا یقین تھا جیسا کہ اُنکے " پیغام " مورخہ ۸ - ڈسمبر سے واضح هوتا هے - علاوہ بریں ۴ - سے ۸ - تک اُنہوں نے جو خطوط لوگوں کو لکھے ' اُن میں بھي صاف صاف اپنا ارادہ اور یقین ظاهر کردیا هے - ایک خط کي نقل همیں اُنکے سکریٹري سے ملي هے ' جو مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء دھلي کے نام اُنہوں نے لکھوایا تھا - اُس میں لکھتے هیں :

" بدایون کے جلسہ (جمعیت) میں شرکت کا قطعي ارادہ تھا - لیکن یہاں پہنچکر جو حالات دیکھے' اور جو حالات روز بروز ظہور پذیر هورهے هیں ' اُن کے بعد بہت مشکل هوگیا هے کہ میں کلکتہ سے نکل سکوں - کلکتہ سے نکلنے کے یہ معني هونگے کہ میں ایک بہترین مہلت عمل دیدہ و دانستہ ضائع کردوں - مجھے تو ایسا نظر آتا هے کہ شاید سول ڈس اوبیڈین کا عقدہ یہیں حل هوگا - روز بروز ایک نئي شاهراہ کامیابي کي میرے سامنے کھلتي جاتي هے - یقین کیجیے کہ بدایون کے جلسہ میں عدم شرکت کا مجھے بھي نہایت افسوس هے - لیکن میں محسوس کرتا هوں کہ بحالت موجودہ کلکتہ سے نکلنا کم از معصیت نہوگا "

واقعات ما بعد نے ثابت کردیا کہ اُنکا خیال کسقدر صحیح تھا ؟ فی الحقیقت کلکتہ نے پوري شجاعت کے ساتھہ میدان سر کیا اور اسکي کامیابي کے سامنے حریف کو علانیہ سرجھکانا پڑا - افسوس هے کہ بدبختانہ عین وقت پر رهنمایان ملک کے قوت فیصلہ نے غلطی کي' اور یکے بعد دیگرے ایسي لغزشیں هوگئیں کہ ۱۸ - سے ۲۳ - ڈسمبر تک جو عظیم الشان فتح هوئي تھي' وهي اب شکست بنکر همارے سامنے آگئي هے!

(۳) کچھہ لوگ ان دونوں قسموں سے بھی بلند تر ھیں - وہ زیادہ باھمت اور نڈر دل رکھتے ھیں - اسلیے عدالت کے سامنے بھی اُنکی جرأت و شجاعت اُسی آن بان کے ساتھہ نظر آتی ھے جس طرح پبلک مجمعوں میں نظر آتی تھی - لیکن زیادہ دقت نظر کے ساتھہ جب اُنکے طرز عمل کو دیکھا جاتا ھے ' تو وہ بھی بے لاگ اور یکسو ثابت نہیں ھوتا - کیونکہ گو وہ ساری باتیں ھمت اور بے باکی کی کرتے ھیں' لیکن حقیقت اور اصلیت کے اقرار و برداشت سے اُنھیں بھی گریز ھوتا ھے - یعنے عدالت کی سزا سے بچنے کیلیے وہ بھی کوئی دقیقہ حیلے حوالوں کا اُٹھا نہیں رکھتے - البتہ اُنکی حیلہ جوئی بہت ھی مخفی اور باریک ھوتی ھے - پچھلی دو جماعتوں کی طرح کھلی ھوئی اور صاف نہیں ھوتی - وہ گورنمنٹ کی مخالفت سے انکار تو نہیں کرتے لیکن ساتھہ ھی عدالت اور قانون کی آڑ میں پناہ بھی لینا چاھتے ھیں - یعنی یہ ظاھر کرتے ھیں کہ گو اُنھوں نے یہ سب کچھہ کہا اور کیا ھے ' تاھم اُنھیں سزا نہیں ملنی چاھیے - کیونکہ عدالت اور قانون کی رو سے وہ ھر طرح ایک جائز فعل تھا - کسی طرح بھی سزا کا موجب نہیں ھوسکتا - ساتھہ ھی وہ اس بات کی بھی سخت شکایت کرتے ھیں کہ بلا " قصور " اُنھیں گرفتار کیا گیا - نیز عدالت کو باور کرانے کی کوشش کرتے ھیں کہ اُنکو سزا کا دینا نہایت " نا انصافی " کی بات ھوگی ! یہ طرز عمل اُنکا اُس گورنمنٹ اور گورنمنٹ کی عدالت میں ھوتا ھے جسکے ظلم و ستم کا وہ شب و روز رونا رو چکے ھیں ' اور جسکے انصاف سے اُنھوں نے ھمیشہ مایوسی ظاھر کی ھے - نیز جسکی نسبت اُنھیں یقین بھی ھے کہ خواہ کتنی ھی قانون اور انصاف کے نام پر اپیلیں کی جائیں ' لیکن اُنھیں سزا دیے بغیر نہیں چھوڑا جائیگا !

یہ آخری قسم گویا سب سے بلند اور اعلی سے اعلی جماعت ھے جو ھماری پولیٹکل جد و جہد کا دور اسوقت تک پیدا کرسکا ھے - لیکن " قول " اور " فعل " کی مطابقت سے اسکا طرز عمل بھی خالی ھے - اگر فی الواقع وہ اپنے تمام دعوؤں میں سچی تھی ' اور دعوت آزادی و حق پرستی کے نتائج بھگتنے کیلیے طیار تھی ' تو چاھیے تھا کہ اپنی گرفتاری اور سزا یابی کا بلا کسی اعتراض اور شکایت کے استقبال کرتی ' اور صاف صاف کہدیتی کہ فی الواقع اُس نے ایسا ھی کام کیا ھے جس پر گورنمنٹ کے نقطۂ خیال کے مطابق سزا ملنی چاھیے - اور چونکہ اُس نے خود اپنی پسند سے یہ راہ اختیار کی ھے ' اسلیے اُسکے قدرتی نتائج کیلیے

مطابق اُسے گرفتار کرلیتي ہے اور اپنے نقطۂ نظراور قانون کے مطابق مجرم ٹھہرا کر سزا دلانا چاھتي ہے ' تو پھر اُس وقت سونا آگ پر تپنے لگتا ہے - اور کھوٹے کھرے کے پہچان کي گھڑي آجاتي ہے - ھم دیکھتے ھیں کہ اُسوقت تین طرح کي طبیعتیں تین طرح کي راھیں اختیارکرتي ھیں :

(۱) کچھہ لوگ جنکے زباني دعوؤں کے اندرکوئي محکم ایمان اور سچائي نہیں ھوتي ' وہ تو فوراً اپنے دعوؤں سے دست بردار ھوجاتے ھیں ' اور اپنے کیے پر پشیماني ظاھر کرکے عجزو نیاز کا سر جھکا دیتے ھیں - یہ سب سے ادنی درجہ ہے -

(۲) کچھہ لوگ جو اِس سے بلند درجہ رکھتے ھیں' اُنکي طبیعت اس درجہ گر جانے کو تو گوارا نہیں کرتي ' لیکن سزا سے بچنےکیلیے وہ بھي بیقرار ھوتے ھیں - اسلیے وہ بھي فوراً اپنا طرز عمل بدلدیتے ھیں' اور عدالت پر ظاھر کرنے لگتے ھیں کہ جو کچھہ وہ کرتے رہے' اُسکا مقصد وہ نہیں ہے جو گورنمنٹ نے سمجھا ہے ' بلکہ کچھہ دوسرا ھي ہے - پھر طرح طرح سے اُسکي تاویلیں کرتے ھیں ' اور مخالفت کو موافقت بنانا چاھتے ھیں - کبھي پولیس اور سي - آئي - ڈي کي رپورٹوں کو بالکل جھوٹا کہدیتے ھیں' کبھي اپنے کہے ھوے اور لکھے ھوے جملوں کو توڑ مروڑ کر کچھہ کا کچھہ بنانا چاھتے ھیں - کبھي گورنمنٹ کا شکوہ کرتے ھیں کہ کیوں خواہ مخواہ بلا قصور اُنہیں گرفتار کرلیا ؟ غرضکہ اپني تمام پچھلي شجاعانہ آمادگیوں کو فراموش کر کے اچانک ایک نیا پوزیشن اختیار کرلیتے ھیں' اور اگرچہ سزا سے نہ بچ سکیں لیکن سزا سے بچنے کیلیے جسقدر بھي حیلے حوالے کرسکتے ھیں ' اُسمیں کمي نہیں کرتے - پہلي قسم کي طرح اس قسم کے لوگ بھي بعد کو اپنے طرز عمل کي حمایت یا معذرت میں یہ حیلہ اختیار کرتے ھیں کہ لڑائي بھی ایک طرح کا فریب ہے - ھم نے صرف اپنے بچاؤ کیلیے دشمن سے فریب کھیلا ' ورنہ دراصل ھمارے دل میں وھی ہے جو پہلے تھا - لوگ بھی اسے مان لیتے ھیں -

یہ بات گویا اسقدر مسلم اور پیشتر سے سمجھي بوجھی ھوئي ہے کہ جب کوئی لیڈر عدالت میں ایسا رویہ اختیار کرتا ہے ' تو پبلک ذرا بھی تعجب نہیں کرتی اور سمجھہ لیتی ہے کہ یہ سب کچھہ صرف عدالت کیلیے کیا گیا ہے جہاں ایسا ھی کرنا چاھیے پالیٹکس میں ایسا کرنا ھي پڑتا ہے - گویا پالیٹکس میں جھوٹ ' نفاق ' دورنگي ' ذلت نفس ' اور مکر و فریب کے سوا چارہ نہیں !

اسکے بعد انھوں نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ وہ کیوں "جرم" کا اقرار کرتے ہیں ؟ وہ کہتے ہیں - اسلیے کہ جب ایک قوم اپنے ملک کی آزادی کا مطالبہ کرتی ہے تو اُسکا مقابلہ اُس طاقت سے ہوتا ہے جو عرصہ سے اُسکے ملک پر قابض و متصرف ہے - کوئی انسان یہ پسند نہیں کریگا کہ اسکے قبضہ میں آئی ہوئی چیز واپس چلی جاے - پس قدرتی طور پر یہ مطالبہ قابض طاقت پر شاق گزرتا ہے اور جہانتک اُسکے بس میں ہوتا ہے وہ اپنے فوائد کے تحفظ کیلیے جد و جہد کرتی ہے - یہ جد و جہد کتنی ہی خلاف انصاف ہو، مگر کسی طرح بھی قابل ملامت نہیں ہے - کیونکہ ہر وجود اپنی حفاظت کیلیے ضرور ہاتھہ پانوں مارےگا - ایسا ہی مقابلہ ہندوستان میں بھی شروع ہوگیا ہے - پس یہ ضروری ہے کہ جو لوگ موجودہ بیورو کریسی کے خلاف جد و جہد کررہے ہیں، بیورو کریسی بھی اُنکی مخالفت میں جد و جہد کرے، اور جہانتک اُسکے امکان میں ہے، اُنکو سزائیں دے - چونکہ وہ نہ صرف جد و جہد کرنے والے ہی ہیں، بلکہ اس جد و جہد کی دعوت دینے والے ہیں، اسلیے ضروری ہے کہ اُنھیں سزا دی جاے، بلکہ زیادہ سے زیادہ سزا دی جاے - وہ کہتے ہیں کہ میں کیوں گورنمنٹ سے یہ توقع رکھوں کہ وہ اپنے مخالفوں کو پیار کریگی ؟ وہ تو وہی کریگی جو ہمیشہ طاقت نے آزادی کی جد و جہد کے مقابلہ میں کیا ہے - پس یہ ایک ایسا قدرتی معاملہ ہے جسمیں دونوں فریق کیلیے شکوہ و شکایت کا کوئی موقعہ نہیں - دونوں کو اپنا اپنا کام کیے جانا چاہیے "

اُنھوں نے اپنے بیان کے آخر میں اسکا بھی اعتراف کیا ہے کہ آزادی و حق طلبی کی جد و جہد کی مقاومت میں دنیا کی جابر گورنمنٹیں جو کچھہ کر چکی ہیں، اسکو دیکھتے ہوے تسلیم کرنا چاہیے کہ ہندوستان میں اسوقت جسقدر جبر و تشدد ہو رہا ہے، وہ بہت ہی کم ہے !

کیسی بے لاگ اور خالص صداقت شعاری ہے، جو اس بیان سے ٹپک رہی ہے ؟ کیا اس سے بھی بڑھکر راست بازی اور شجاعت و استقامت کی کوئی مثال ہوسکتی ہے ؟

لوگوں کو شیوۂ حق گوئی کے اس نئے نمونہ پر اگر تعجب ہو تو کوئی حیرت کی بات نہیں - کیونکہ ابھی ہم اس مقام سے بہت ہی دور پڑے ہوے ہیں - ابھی تک تو ہمارا یہ خیال ہے کہ پالیٹکس میں ہر طرح کی ہٹ دھرمی اور صریح غلط بیانی تک جائز ہے !

وہ کسي طرح گورنمنٹ کو ملامت بھي نہيں کرتي - گورنمنٹ دنيا کے تمام جانداروں کي طرح يقيناً اپنے مخالفوں کو سزا ھي ديگي - پھولوں کا تاج نہيں پہنائيگي - پس جب ايک بات قدرتي طور پر ناگزير ھے توکيوں اس سے گريز کيا جاے ؟ اگر گريز ھے تو آزادي و حق طلبي کي راہ ميں قدم رکھنا ھي نہيں چاھيے -

ليکن مولانا کا طرزعمل اس اعتبار سے بالکل ايک نئي راہ ھمارے سامنے کھولتا ھے - انھوں نے بتلاديا ھے کہ " قول " اور " فعل " کي مطابقت اور سچي اور بے لاگ حقيقت پرستي کے معني کيا ھيں ؟ اُنھوں نے اپنے بيان ميں سب سے پہلے اِسي سوال پر توجہ کي ھے - اُنھوں نے صاف صاف تسليم کرليا ھے کہ وہ بحالت موجودہ گورنمنٹ کے نقطۂ نظر اور قانون سے واقعي " مجرم " ھيں ' اور يہ ھرگز قابل ملامت وشکايت نہيں ھے کہ گورنمنٹ اُنھيں سزا دلانا چاھتي ھے - اس سے بھي بڑھکر يہ کہ جب اُنھوں نے استغاثہ کے مواد کو بہت ھي کمزور پايا ' تو ايک ايسي جرأت کے ساتھہ جسکي کوئي نظير موجود نہيں ' استغاثہ کا بار ثبوت بھي اپنے ذمے لے ليا ' اور خود اپنے قلم سے وہ تمام باتيں بتفصيل لکھديں جنکا ثبوت استغاثہ کيليے بہت مشکل تھا اور اسليے وہ پيش نہ کرسکا تھا - اس طرح عدالت پر اچھي طرح واضح ھوگيا کہ استغاثہ کے دعوے سے بھي کہيں زيادہ وہ گورنمنٹ کے مجرم ھيں - اور يہ بالکل ايک قدرتي بات ھے کہ اُنھيں سزا دي جاے -

چنانچہ ھم خود اُنھي کي زباني سنتے ھيں کہ اُنکا ارادہ بيان دينے کا نہ تھا - کيونکہ اُنھيں يقين تھا کہ اُنکے خلاف گورنمنٹ کو جو کچھہ کہنا چاھيے وہ سب کچھہ پيش کر ديگي - ليکن جب کارروائي شروع ھوئي اور اُنھوں نے ديکھا کہ صرف دو تقريروں کي بنا پر استغاثہ دائر کيا گيا ھے اور وہ اُن بہت سي باتوں سے بالکل خالي ھيں ' جو ھميشہ وہ کہتے رھے ھيں - تو اُنھوں نے محسوس کيا کہ " گورنمنٹ ميرے خلاف تمام ضروري مواد مہيا کرنے ميں کامياب نہيں ھوئي ' اسليے ميرا فرض ھے کہ ميں عدالت کو اصليت سے با خبر کر دوں " وہ تسليم کرتے ھيں کہ " قواعد عدالت کي رو سے يہ ميرا فرض نہيں ھے " مگر چونکہ " حقيقت کا قانون عدالتی قواعد کي حيلہ جزئيوں کا پابند نہيں ھے " اسليے " يقيناً يہ سچائي کے خلاف ھوگا کہ ايک بات صرف اسليے پوشيدگي ميں چھوڑ دي جاے کہ مخالف اپنے عجز کي وجہ سے ثابت نہ کرسکا "

لیکن مولانا کا طرزعمل کسقدر یک سو اور کامل معنوں میں ڈیفنس سے مبرا ہے ؟ اُنہوں نے اظہار بے جرمي کي جگھہ جرم کا صاف صاف اعتراف کیا ' اور بجاے انصاف کي اپیل کرنے کے عدالت کو خود هي اپنے تمام جرائم کي فہرست سنادي - ساتھہ هي اول سے آخر تک کسي طرح کي قانوني بحث نہیں کي ایک حرف بھي اس بارے میں هم اُنکي زبان سے نہیں سنتے - حتی کہ یہ تک نہیں پوچھتے کہ جو دفعہ اُنپر لگائي گئي ہے' واقعي انکي تقریریں اُسمیں آتي بھي هیں یا نہیں ؟ اور آتی هیں تو کیونکر؟ وہ تو خود هي اپني تقریروں کے تمام سخت سخت مقامات نقل کر دیتے هیں اور سي - آئي - ڈي کے رپورٹروں کي ناقابلیت سے جہاں کہیں کوئي کمي رهگئي ہے' اُسکو استغاثہ کے حسب منشاء مکمل کردیتے هیں ! فی الحقیقت ترک موالات اور عدالتوں کے مقاطعہ سے اصل مقصود یہ تھا جسکا مکمل نمونہ هم اُن میں دیکھتے هیں - یہ نہیں تھا کہ ڈیفنس اور بریت کا ایک طریقہ چھوڑ کر دوسرا طریقہ اختیار کرلیا جاے -

جو لوگ صاحب نظر و انصاف هیں ' وہ یقیناً اس طرز عمل سے متاثر ھوے اور متاثر ھونگے - مولانا کے بعد هی لاھور میں لالہ لاجپت راے جي پر دوبارہ مقدمہ چلایا گیا لیکن جب اُن سے پوچھا گیا کہ وہ کوئي بیان دینگے ؟ تو جواب میں اُنہوں نے کہا " چونکہ بیان میں از روے قانون اپني بریت کو لازمي طور پرلکھنا پڑیگا اور یہ نوان کو اپریشن کے خلاف ہے - اسلیے غور کرنے کے بعد اب میري راے یہی ھوگئی ہے کہ کوئي بیان نہیں دینا چاهیے" گویا اُنہوں نے بھي مولانا کے طرزعمل کي تائید کي -

جب تک ایک حقیقت نظروں سے مستور رھتي ہے ' اُسکا عام طورپر احساس نہیں ھوتا - لیکن جب سامنے آجاتي ہے تو پھر تعجب ھوتا ہے کہ اتني صاف بات کیوں لوگونکو محسوس نہیں ھوئي ؟ یہي حال اس معاملہ کا ہے - مولانا کا بیان پڑھنے کے بعد فی الواقع تعجب ھوتا ہے کہ کیوں اسقدر صاف اور سچي بات سے بڑے بڑے لیڈروں کو گریز رہا ؟ یہ واقعہ ہے کہ هم موجودہ گورنمنٹ اور بیورو کریٹک حکام کے جبر و ظلم کے خلاف جد و جہد کرتے هیں اور صاف صاف کہتے هیں کہ همارا مقصد اُنکے قبضہ سے اپنا حق واپس لینا ہے - پس یہ بالکل قطعي اور یقیني بات ہے کہ هم جو کچھہ کر رہے هیں ' وہ همارے دلائل اور عقائد کي رو سے کتنا هي صحیح ھو ' لیکن موجودہ گورنمنٹ کے قانون اور پوزیشن کي رو سے

مولانا کا یہ طرز عمل عام خیالات سے کسقدر مختلف ہے ؟ اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے ہوگا - مولانا نے مندرجۂ بالا مطالب لکھتے ہوے یہ الفاظ لکھے ہیں " کہا جاسکتا ہے کہ پہلے فریق کی طرح دوسرے فریق کی جد و جہد بھی قابل ملامت نہیں "۔ یعنے قوم کی طرح گورنمنٹ بھی اپنی جد و جہد میں قابل ملامت نہیں - چونکہ یہ خیال عام خیال سے بالکل ہی بعید تھا - لوگوں کی سمجھہ میں کسی طرح یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ گورنمنٹ کو بھی اُسکی جابرانہ جد و جہد میں ناقابل ملامت مانا جاے - اسلیے تمام اخبارات نے اِسے کتابت کی غلطی سمجھا اور " کہا جاسکتا ہے " کی جگہہ " کہا جاتا ہے " بنا دیا - گویا گورنمنٹ یا اُسکے طرفدار ایسا کہتے ہیں ' ورنہ در اصل ایسا نہیں ہے - حالانکہ اسکے بعد کی عبارت بالکل اس تبدیلی کے خلاف تھی !

(نوان کوا پریشن اُصول)

یہ جو کچھہ ہمیں نظر آیا ' مولانا کے مسلک کی عام حیثیت تھی - اگر " ترک موالات " کا پروگرام نہ ہوتا ' جب بھی وہ ایسا ہی کرتے - لیکن اب اس اعتبار سے بھی دیکھنا چاہیے کہ " ترک موالات " کا اصول ملحوظ رکھتے ہوے اُنکے طرز عمل کا کیا حال ہے ؟

ترک موالات اور عدالت کے بائیکاٹ سے مقصود یہ تھا کہ عدالت میں کسی طرح کا بھی ڈیفنس نہ کیا جاے - یعنی اپنے کو سزا سے بچانے کیلیے کوئی کارروائی نہ کی جاے ' کیونکہ نوان کوا پریشن عدالت کے انصاف اور جواز ہی سے منکر ہے - اس اعتبار سے بھی مولانا نے ہمیں بتلادیا ہے کہ ڈیفنس نہ کرنے کے کیا معنی ہیں ؟

بہت سے لوگوں نے " ڈیفنس نہ کرنے " پر صرف اتنا ہی عمل کیا کہ عدالتی دستور کے مطابق وکلا اور قانون پیشہ اشخاص کو اپنے طرف سے مقرر نہیں کیا - لیکن جہانتک تعلق اصل ڈیفنس کا ہے ' اسمیں اُنہوں نے کوئی کمی نہیں کی - پوری طرح اپنی بے قصوری اور استغاثہ کے خلاف قانون و انصاف ہونے پر بحثیں کیں ' اور ہر طرح کے قانونی مواد سے استدلال کیا ' بعض حالتوں میں عدالت سے انصاف کی اپیل بھی کی گئی - یعنی خود اپنی زبان و قلم سے وہ سب کچھہ کرگزرے جو وکیل اور کونسلی اُنکی جانب سے ڈیفنس میں کرسکتا تھا - پس فی الحقیقت یہ " ڈیفنس نہ کرنا " نہیں ہوا ' بلکہ " براہ راست خود ڈیفنس کرنا " ہوا -

انکي موافقت میں کوئي کلمه زبان سے نه نکالا جائے - وہ کہتے ھیں که یه مصالح جنگ ھیں - غلط بیاني اور جھوٹ نہیں لیکن في الحقیقت یه یورپ کا پولٹیکل اخلاق ہے جس پر یورپ سے بیزار ھوکر بھي ھم شوق سے عمل کررہے ھیں -

ابھي اسي سال کي بات ہے که علي گڈھ میں پولیس کے اشتعال سے فساد ھوا تھا - جیسا که قاعدہ ہے پولیس کے اشتعال اور تشدد سے پبلک بھي مشتعل ھوئي ' اور پھر مشتعل ھونے کے بعد اُس نے بھي وہ سب کچھه کیا جو ایک پرجوش مجمع کي فطرت کیا کرتي ہے - لیکن " اخبار انڈیپینڈنٹ " کے نامه نگار اور بعض دیگر مقامي لیڈروں نے اِس سے صاف صاف انکار کردیا وہ آخر تک یہي کہتے رہے که مجمع نے کوئي انتقامي کارروائي نہیں کی - نه تو کوتوالي پر حمله کیا گیا - نه پولیس پر پتھر پھینکے گئے - نه کوتوالي کا سامان جلایا گیا - یه سب جھوٹ ہے - حالانکه یه سب سچ تھا ' اور سچ کو سچ ماننے ھی میں ھماري طاقت اور فتح مندي ہے - آخر جب مہاتما گاندھی نے سختی کے ساتھه مضامین لکھے ' تب جا کر لوگ کہیں خاموش ھوئے - اس طرح کی ھٹ دھرمیوں کا نتیجه یه نکلتا ہے که حریف کی نظروں میں جو یقیناً اصلیت سے بے خبر نہیں ہے ' ھمارے کریکٹر کی کمزوري خود کھل جاتی ہے ' اور ھماري بات بالکل ھلکی اور بے وزن ھوکر رہجاتی ہے - ھمیں یاد نہیں پڑتا که آجتک کبھی کسي نے یه تسلیم کیا ھو که اُسکے خلاف پولیس کا بیان صحیح ہے - بلاشبه یه سچ ہے که پولیس کي کذب بیانیوں کي بھی کوئي حد نہیں - لیکن انہیں جھوٹ گھڑنے کي ضرورت وھیں پڑتي ہے جہاں اصل میں کچھه نهو - جہاں فی الواقع گورنمنٹ کے خلاف کارروائي کي گئي ہے ' وہاں تو وہ بھی اس سے زیادہ نہیں کرینگے که مخالف کو مخالف ھی دکھلائیں - یا کچھه مبالغه کردیں - پھر کیوں واقعات کو صریح جھٹلایا جائے ؟

(اُنکا عفو و تحمل اور روش کي متانت)

ایک بڑي سبق آموز حقیقت اُنکے روش کی کمال درجه سنجیدگی و متانت ' اور نہایت ھي موثر عفو و درگذر بھی ہے - یه وصف بھی ایسا ہے که جس پر غور کرنے کی ھمارے قومی لیڈروں اور کارکنوں کو بڑي ھی ضرورت ہے -

یه قدرتی کمزوري ھم تمام انسانوں میں ہے که مخالف کے مقابلے میں غصه اور غیظ و غضب سے بھر جاتے ھیں - علی الخصوص اس حالت میں جبکه مخالف

تو ضرور جرم اور بلا کسي نزاع کے ۱۲۴ - الف هے - یعنی "گورنمنت کے خلاف حقارت اور نفرت پھیلانا" هے - پس اگر هم اس بات سے بے خبر هیں ' تو هم اس کام کے لائق هي نہیں هوسکتے - اگر جان بوجھکر ایسا کر رهے هیں تو پھر هم کو مان لینا چاهیے که گورنمنت اور گورنمنت کے نافذ کردہ قانون کي رو سے هم ضرور مجرم هیں ' اور وہ سزا دلانے میں حق بجانب هے - اسمیں بچاؤ اور بریت کیلیے چناں چنیں کیوں کي جاے ؟ اور شکوہ و شکایت کیوں هو ؟ کیا لوگ ایسا سمجھتے هیں که وہ گورنمنت کے خلاف جد و جهد بھي کرینگے ' اُسے جنگجو حریفوں کي طرح چیلنج بھي دینگے ' اور پھر وہ اُنھیں گرفتار بھي نه کریگي ' اور محض معمولي معمولي سزائیں بھي نه دے ؟ مولانا کے لفظوں میں کہنا چاهیے که "گورنمنت مسیح نہیں هے" !

یا پھر تسلیم کرلینا چاهیے که جو کچھه زبان سے کہا جاتا هے ' وہ دل میں نہیں هے - زبان چیلنج دیتي هے ' مگر دل میں یہي هوتا هے که هم آخر تک بچتے رهینگے - اور یه محض زباني شیخي کر رهے هیں ' ورنه سچ مچ کو پکڑے نہیں جائینگے -

(سي - آئي - ڈي کے رپورٹر)

اسي سلسله میں مولانا کے طرز عمل کي ایک اور صداقت همارے سامنے آتي هے - اُنھوں نے کیسي صفائي اور راست بازي کے ساتھه تسلیم کرلیا هے که سي - آئي - ڈي - کے رپورٹروں نے اُنکے خلاف جو کچھه کہا ' وہ صحیح هے - اُس میں کوئي بات شرارت کي نہیں -

هماري پولیٹکل جد و جهد کي تاریخ میں یه سب سے پہلي مثال هے که اس فراخ دلي کے ساتھه خود ملزم نے اُن لوگوں کي شهادت کي تصدیق کي هے جو ملزم کے برخلاف اسکي کوشش کر رهے هیں که عمر بھر کي قید کي سزا دلا دي جاے !

انسان کی ایک سب سے بڑي عام کمزوري یه هے که وہ فریقانه تعصب سے اپنے آپکو محفوظ نہیں رکھه سکتا - صداقت کیلیے سب سے زیادہ مشکل آزمائش اُسیوقت هوتي هے جب وہ دشمنوں اور مخالفوں کے مقابلے میں کھڑي هوتی هے - هم روزانه دیکھتے هیں که همارے بڑے بڑے لیڈر بھي اسمیں کوئي مضائقه نہیں سمجھتے که مخالف فریق کو بوقت ضرورت غلط الزامات دیدیے جائیں - یا کم از کم

خوبصورتی و صداقت کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائینگے - ہم بیان کے مطالب کی اہمیت ' طرز بیان کی دلنشینی ' اسلامی حریت کی عالمانہ ترجمانی ' اور فرائض ملک و ملت کی بہترین سبق آموزی کی قدر و قیمت کا اندازہ ناظرین کے ذوق سلیم پر چھوڑتے ھیں ' اور مولانا ھی کے لفظوں میں یہ کہکر اپنی گذارش ختم کردیتے ھیں کہ " مستقبل فیصلہ کریگا اور اسی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا " !

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ بود !

ایک عظیم الشان بیان

A great Statement !

مہاتما گاندھی جی اپنے اخبار " ینگ انڈیا " کی اشاعت ۲۳ - فروری سنہ ۲۲ - ء میں عنوان بالا سے رقم طراز ھیں :

" مولانا ابو الکلام آزاد نے جو بیان عدالت میں دیا ہے ' اسکی نقل ابھی میرے پاس پہنچی ہے - یہ فلسکیپ سائز کے ۳۳ - صفحوں پر ٹائپ کیا ہوا ہے ' لیکن اسقدر طول طویل ہونے پر بھی سب کا سب پڑھنے کے قابل ہے - اصل بیان مولانا کی فصیح و بلیغ اردو میں ہوگا - یہ اسکا انگریزی ترجمہ ہے - ترجمہ برا نہیں ہے لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ اس سے بہتر ممکن تھا -

مولانا کے بیان میں بہت بڑی ادبی خوبصورتی ہے ' وہ نہایت وسیع روانی کے ساتھہ پرجوش بھی ہے - وہ نہایت دلیرانہ ہے - اسکا لہجہ غیر متزلزل اور غیر آشتی طلب (ان کمپرومائزینگ) ہے - مگر ساتھہ ھی سنجیدہ اور متین بھی ہے - تمام بیان میں اول سے آخر تک ایک پرجوش اثر پایا جاتا ہے ' اور ایسا معلوم ہوتا ہے - گویا خلافت اور نیشنلیزم پر مولانا ایک پر اثر خطبہ دے رہے ھیں ! میں امید کرتا ہوں کہ اس بیان کو چھاپکر شائع کردیا جائیگا - میں مولانا کے سکریٹری کو مشورہ دونگا کہ احتیاط کے ساتھہ انگریزی ترجمہ پر نظر ثانی کریں ' اور کتاب کی صورت میں چھاپکر شائع کردیں -

مولانا کا بیان پڑھکر جب میں فارغ ہوا ' تو ایک بات بہت زیادہ واضح ہوکر میرے سامنے آگئی - یعنی عدالتوں کو بائیکاٹ کرنے کی اصلی ضرورت کیا ہے ؟ میں نے محسوس کیا کہ اگر ہم نے ایسا نہ کیا ہوتا تو یہ بے خوفی اور مضبوطی

صاحب اختیار و طاقت بھی ہو - لیکن ایک لیڈر اور بڑے آدمی کو عام انسانوں سے
زیادہ جذبات پر قابو رکھنا چاہیے - کسی انسان کی بڑائی کیلیے یہ کم سے کم بات ہے
کہ وہ وقت پر اپنے غصہ کو ضبط کرسکے - بہت سے لوگ یہ غلطی بھی کرجاتے
ہیں کہ شجاعت و ہمت اور طیش و غضب میں فرق نہیں کرتے - بہت زیادہ
غصہ میں آ جانے کو ہمت اور بہادری کی بات سمجھتے ہیں - حالانکہ سچا بہادر
وہی ہے جو تکلیف جھیلنے میں اسقدر مضبوط ہو کہ تکلیف دیکھکر اُسے غصہ
ہی نہ آے - علاوہ بریں غصہ اور طیش کے ہیجان میں واقعات اور حقیقت کی
تاثیر بھی نمایاں نہیں ہوسکتی -

مولانا کے طرز عمل کی ایک بڑی نمایاں بات اُنکی بیحد متانت اور
سنجیدگی ہے - عدالت کی تمام کارروائیوں کی اثنا میں کہیں بھی یہ نظر نہیں
آتا کہ وہ غصہ میں بھرے ہوے ہیں - یا دشمن کے قابو میں اپنے آپ کو پاکر
پیچ و تاب کھا رہے ہیں - بر خلاف اسکے اُنکے "بیان" کی ہر سطر سے کامل متانت اور
ضبط ٹپکتا ہے ' اور جس حصے کو دیکھا جاے ' جذبات کے جوش کا کوئی اثر
نظر نہیں آتا - اُنہوں نے سخت سے سخت جوش انگیز پولیٹکل معاملات پر اس طرح
بحث کی ہے ' گویا ایک شخص نہایت سادگی کے ساتھہ محض واقعات و حقائق
پر لکچر دے رہا ہے - وہ گویا گرفتار ہونے کے بعد غضبی جذبات سے بالکل خالی
ہوگئے تھے !

اس سے بھی زیادہ موثر مقام بیان کا خاتمہ ہے جہاں اُنہوں نے اُن تمام
لوگوں کا ذکر کیا ہے - جو اُنکے خلاف مقدمہ میں کام کررہے تھے - اپنے
مخالفت گواہوں ' سرکاری وکیل ' اور مجسٹریٹ کی نسبت پوری خوشدلی
کے ساتھہ لکھدیا ہے کہ اُنہیں کوئی شکایت یا رنج اُن سے نہیں ہے - اور اگر
اُن سے کوئی قصور اس بارے میں ہوا ہے تو وہ سچے دل سے معاف کردیتے
ہیں - مجسٹریٹ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ تو اپنا فرض انجام دے رہا ہے اور
حکومت کی مشینری کا ایک جزء ہے - جب تک مشینری میں تبدیلی نہو '
اُسکے اُجزاء کے افعال میں بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی - پس اس سے بھی
انہیں کوئی شکایت نہیں ہے !

اُنکے بیان کا خاتمہ بیحد موثر ہے - وہ ضرب المثل کی طرح ہمارے لٹریچر
میں زندہ رہیگا - جس طرح بیان کے بہت سے جملے اپنی لفظی و معنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وقل الحمد للہ - سیریکم آیاتہ فتعرفونہا ‘ وما ربک بغافل عما تعملون -

مباش غمزدہ عرفي کہ زلف و قامت یار

جزاء ہمت عالي و دست کوتہ ماست !

آج ۸ - دسمبر ۱۹۲۱ - کي صبح ہے - کل شام کو مجھے قابل وثوق ذرائع سے اطلاع ملگئي ہے کہ گورنمنٹ بنگال نے ویسراے کے مشورہ کے بعد میري اور مسٹر سي - آر - داس کي گرفتاري کا فیصلہ کرلیا - میري نسبت گورنمنٹ کا ارادہ یہ ہے کہ اگر میں گیارہ تاریخ تک کلکتہ سے باہر نہ گیا تو مجھے گرفتار کرلیگي ‘ لیکن اگر میں بدایون کے جلسہ جمعیۃ العلماء کیلیے چلا گیا تو پھر گویا اسکے سر سے بلا ٹل جائیگي - صرف مسٹر داس گرفتار کرلیے جائینگے -

میرا وقت تمام تر بنگال سے باہر ہندوستان کے کاموں میں خرچ ہوتا رہا ہے - اسوقت بھي میں تحریک کے نہایت اہم کاموں میں مشغول تھا ‘ اور ۲۵ - دسمبر تک کا پروگرام میرے سامنے تھا - لیکن اچانک بنگال میں گورنمنٹ کي نئي سرگرمي شروع ہوگئي ‘ اور اسکے بعد دوسرے صوبوں میں بھي اسکي تقلید کي گئي - میں کانگریس کي ورکنگ کمیٹی کے جلسہ کي وجہ سے بمبئي میں تھا - مہاتما گاندھي جي سے میں نے مشورہ کیا - اُنہوں نے کہا کہ چند دنوں کیلیے کلکتہ چلاجانا ضروري ہے - چنانچہ یکم دسمبر کو میں کلکتہ پہونچا - میں نے دیکھا کہ گورنمنٹ نے آخري حد تک تشدد کا ارادہ کرلیا ہے ‘ اور کوئي ناجائز طریقہ ایسا نہیں ہے جو ۲۴ - کي ہڑتال روکنے کیلیے عمل میں نہ آرہا ہو - تاہم لوگ پوري استقامت کے ساتھہ صبر و سکون پر قائم ہیں -

هم میں کہاں ہوتی جو آج ہمارے اندر کام کررہی ہے ؟ مسٹر سی - آر - داس ' لالہ لاجپت رائے ' پنڈت موتی لال نہرو کے شریفانہ اعلانات سے پہلے ہمارے اندر صرف چھوٹے چھوٹے زبانی جھگڑے اور باعمد گر الزامات تھے جو کبھی ایک قوم کو سر بلند نہیں کرسکتے -

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اگر ہم نے عدالتوں کا بائیکاٹ نہ کیا ہوتا تو ہمکو آج مولانا کے بیان جیسی گرانقدر چیز نہیں ملتی جو بجائے خود ایک بہترین سیاسی تعلیم ہے -

عدالتوں کے بائیکاٹ کا اثر صرف اسی چیز میں نہیں دیکھنا چاہیے کہ کتنے قانون پیشہ اصحاب نے پریکٹس چھوڑی ؟ اصلی چیز دیکھنے کی یہ ہے کہ آج سے دو سال پہلے جو ہما ہمی اور رونق عدالت گاہوں کے اندر باہر نظر آتی تھی ' وہ کس طرح اب مفقود ہوگئی ہے ؟ اب نو وہ صرف لین دین کرنے والوں اور قمار بازوں کی ایک کمین گاہ ہیں - نہ وہ قومی آزادی کا سرچشمہ ہیں ' نہ انفرادی آزادی کا - اس بات کا اندازہ کہ قوم کیسی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے ؟ صرف بہادر اور بے خوف دلوں کے جذبات دیکھنے ہی سے ہوسکتا ہے -

مولانا کے بیان کا روے سخن اگرچہ عدالت کی طرف ہے ' لیکن در اصل وہ ملک و ملت سے خطاب کر رہے ہیں - فی الحقیقت اُن کا بیان ایسا ہے گویا عمر بھر کیلیے سخت سے سخت سزاؤں کا مطالبہ کیا جا رہا ہے !

ایک سال قید با مشقت سزا کا فیصلہ سنکر مولانا نے کیا خوب کہا : " میں جس سزا کا متوقع تھا ' اُس سے تو یہ بہت ہی کم ہے " !

اب میں مولانا کے بیان کے چند حصے نقل کرتا ہوں ' تا کہ ناظرین خود اندازہ کرلیں "

(نــــوٹ)

اسکے بعد مولانا کے بیان کا انگریزی ترجمہ درج کیا گیا ہے - انگریزی ترجمہ کی نسبت مہاتما جی نے جو خیال ظاہر کیا ہے وہ صحیح ہے -

بلا شبہ ترجمہ میں اصل بیان کی بہت سی ادبی خوبیاں مفقود ہوگئیں - وہ زور بھی باقی نہ رہا جو اصل میں موجود ہے - لیکن ترجمہ کی مشکلات اور وقت کی کوتاہی پر بھی نظر رکھنی چاہیے - علی الخصوص ایک ایسے لٹریچر کیلیے جیسا کہ مولانا کا ہے - بہرحال اب مہاتما جی کے ارشاد کے مطابق انگریزی ترجمہ کی از سرنو نظر ثانی کردی گئی ہے - ایک مسلم انگریزی انشا پرداز بھی مشورہ میں شریک ہیں - اُمید ہے کہ پہلے سے زیادہ پر زور اور مکمل ہوگا - اگرچہ اصل کے محاسن اب بھی ترجمہ میں نظر نہیں آسکتے - اُردو ایڈیشن کی طرح وہ بھی رسالہ کی شکل میں چھپ رہا ہے - جن حضرات کو مطلوب ہو ' مرکزی خلافت کمیٹی بمبئی سے منگوالیں -

گورنمنٹ نے میری گرفتاری کا فیصلہ کرکے مجھے ایک بہت بڑے بوجھہ سے نجات دیدی - خدا بہتر جانتا ھے کہ میرے لیے اب جیل سے باہر رہنا کسقدر تکلیف دہ ہوگیا تھا ؟ جو چلے جاتے ھیں اُنہیں کیا معلوم کہ پیچھے رہجانے والوں کے دلوں پر کیا گذرتی ھے ؟ محمد علی ' شوکت علی ' لالہ لاجپت راے ' پنڈت موتی لال نہرو ' سب کا سفر پورا ھوگیا ' اور میں اب تک منزل کے انتظار میں تھا - اب منزل میرے سامنے ھے ' اور میرا دل خوشی سے معمور ھے کہ ایک آخری مگر فتحمند میدان اپنے پیچھے چھوڑ رہا ھوں - میں نے کلکتہ کے موجودہ میدان عمل کو " آخری اور فتح مند میدان " کہا - یہ میرا یقین ھے ' اور عنقریب تمام ملک دیکھہ لیگا کہ جو کام دو سال کے اندر تمام ملک میں انجام نہ پاسکا ' وہ ان چند دنوں کے اندر کلکتہ میں انجام پا جائیگا - و لتعلمن نباہ بعد حین -

البتہ اس آخری کام کی تکمیل اور مضبوطی کیلیے ایک آخری مرحلہ باقی ھے ' اور میں بے فکر ھوگیا ھوں کہ گورنمنٹ بنگال کے ھاتھوں وہ بھی پورا ھوجائیگا - اگر دو تین دن کے اندر مجھے اور مسٹر سی - آر - داس کو گرفتار کر لیا گیا ' تو یہ نہ صرف کلکتہ بلکہ تمام بنگال کو ایک نئی بیداری اور زندگی سے معمور کردیگا - بنگال کو ھم دو سال تک آزاد رھکر بیدار نہ کرسکے ' لیکن ھماری گرفتاری ایک منٹ کے اندر بیدار کردیگی -

میں اپنی گرفتاری میں تمام مسلمانان ہند کی ایک نئی کروٹ دیکھہ رہا ھوں - مجھے خاص طور پر پنجاب ' صوبۂ سرحد ' اور بہار پر اعتماد ھے - ان تین صوبوں کے مسلمانوں نے ھمیشہ میری صداؤں کو محبت ' اعتماد ' اور قبولیت کے ساتھہ سنا ھے - وہ گذشتہ دس سال سے میری تمام امیدوں کا مرکز ھیں - مجھے یقین ھے کہ میری گرفتاری اُن کیلیے آخری دعوت عمل ھوگی - جو حقیقت تین سال کی پیہم تقریروں اور تحریروں میں نہیں سمجھا سکا تھا ' وہ میری گرفتاری کی خاموشی سمجھا دیگی -

اسطرح گورنمنٹ بنگال صرف بنگال ھی کیلیے نہیں بلکہ تمام ملک کیلیے ایک بہترین خدمت انجام دے رھی ھے -

میرا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے ایمان اور استقامت' دونوں کی نسبت اطمینان حاصل کرلوں - یہ اطمینان مجھے ۵ - تک حاصل ہوگیا' اب میں نے سونچا کہ کلکتہ سے باہر جاؤں یا نہ جاؤں ؟ بدایوں کے جلسۂ جمعیۃ میں جانا بھی نہایت ضروری تھا - ۶ - تک میں مذبذب رہا - میں نے مہاتما گاندھی جی کو لکھدیا کہ بقیہ کاموں کیلیے مسٹر سی - آر- داس کافی ہونگے - میں بدایوں ہوکر بمبئی آتا ہوں - لیکن ۶ - کی شام کو یکایک حالات نے دوسری شکل اختیار کرلی- میں نے محسوس کیا کہ گورنمنٹ کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے' اور گویا مقابلہ کا فیصلہ کن میدان یہیں پیدا ہوگیا ہے - پس میرے لیے ضروری ہوگیا کہ تمام کاموں کو ترک کرکے کلکتہ کیلیے وقف ہو جاؤں - میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میں یہیں رہونگا - یہانتک کہ گورنمنٹ جابرانہ احکام واپس لیلے' یا مجھے گرفتار کرلے -

میں نے یہ بھی دیکھا کہ گورنمنٹ نے خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کو بالکل توڑ دینے اور معطل کردینے کا ارادہ کرلیا ہے - ایک ایک کرکے تمام کارکن گرفتار کیے جارہے ہیں - قومی اخبارات بھی عنقریب بند کردیے جائینگے - مسٹر داس بالکل تنہا رہگئے ہیں - اس بنا پر بھی میرے لیے کلکتہ چھوڑنا ناممکن تھا -

یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ بنگال مجھے گرفتار کرنے سے بچنا چاہتی ہے' اور منتظر ہے کہ میں کلکتہ سے باہر چلا جاؤں - گورنمنٹ کے ایک بھیجے ہوے دوست نے مجھے اس سے مطلع بھی کردیا ہے' لیکن افسوس ہے کہ گورنمنٹ کی تمام خواہشوں کی طرح یہ خواہش بھی میری خواہش سے متضاد ہے' اور میرا موجودہ فرض تعمیل نہیں ہے بلکہ خلاف ورزی -

میں نے پوری طرح غور کرکے یہ فیصلہ کیا ہے - بلا شبہ بہت سے کاموں کیلیے میں اپنی موجودگی ضروری دیکھتا ہوں - کام اور ضرورت کا یہ حال ہے کہ جسقدر بھی مہلت ملجاے اُس سے کام لینا چاہیے - لیکن اللہ کے فضل نے کلکتہ میں جو میدان عمل پیدا کردیا ہے' وہ بھی ہر اعتبار سے مجھے قیمتی اور اہم معلوم ہوتا ہے - میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا انتخاب غلط نہ ہوگا -

(۲) امن -

(۳) نظم -

(۴) قرباني اور اسکي استقامت -

مسلمانوں سے میں خاص طور پر التجا کرونگا کہ اپنے اسلامي شرف کو یاد رکھیں' اور آزمایش کي اس فیصلہ کن گھڑي میں اپنے تمام هندوستاني بھائیوں سے آگے نکل جائیں - اگر وہ پیچھے رھے' تو انکا وجود چالیس کروڑ مسلمانان عالم کیلیے شرم و ذلت کا ایک دائمي دھبہ ھوگا -

میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں اور بھي کہونگا - ایک یہ کہ اپنے هندو بھائیوں کے ساتھہ پوري طرح متفق رھیں - اگر انمیں سے کسي ایک بھائي یا کسي ایک جماعت سے کوئي بات نادانی کي بھي ھو جاے تو اسے بخشدیں' اور اپني جانب سے کوئي بات ایسي نہ کریں' جس سے اس مبارک اتفاق کو صدمہ پہنچے - دوسري بات یہ ھے کہ مہاتما گاندھي جي پر پوري طرح اعتماد رکھیں' اور جب تک وہ کوئي ایسي بات نہ چاھیں (اور وہ کبھي نہ چاھینگے) جو اسلام کے خلاف ھو' اسوقت تک پوري سچائي اور مضبوطي کے ساتھہ انکے مشوروں پر کاربند رھیں -

(مرکزي خلافت کمیتي).

مرکزي خلافت کمیتي کے کاموں کي طرف سے میں مطمئن ھوں - اسکے باھمت اور سرگرم صدر سیتھہ چھتاني صاحب کي موجودگي ھر طرح کفایت کرتي ھے - میرے عزیز ڈاکٹر سید محمود سکریٹري منتخب ھوچکے ھیں' اور نہایت سرگرمي سے کام کررھے ھیں - انکي اعانت کیلیے مسٹر احمد صدیق کھتري پیشتر سے موجود ھیں - مجھے امید ھے کہ دفتر کے تمام اخوان و ارکان اُن باتوں کو فراموش نہ کرینگے جو گذشتہ قیام بمبئي کے موقعہ پر میں نے اُنسے کہي تھیں - اُنکي متحدہ زندگي اور سعي ھماري عدم موجودگي کي پوري طرح تلافي کردیگي -

(حکیم محمد اجمل خاں صاحب)

حکیم صاحب کو میرا پیام پہنچا دیا جاے' کہ اب آپکي دوش ھمت پر

(اولیـــن مبـــارکبـــاد)

اگر میں گرفتار ہوگیا تو مہاتما گاندھی جی کو میرا یہ پیام پہونچا دیا جاے :

" میں آپکو آپکی فتح یابی پر سب سے پہلے مبارکباد دیتا ہوں ' اس مبارکبادی کیلیے آپ مجھے جلد باز نہ سمجھیں - میں اس اٹل وقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں ' اور چاہتا ہوں کہ اسکی مبارکباد دینے میں کوئی دوسرا مجھہ پر سبقت نہ کر جاے - آپکے ساتھہ انسانی رفاقت روز بروز گھٹ رہی ہے ' مگر خدا کی مدد بڑھتی جاتی ہے - بمبئی کے حادثہ نے آپکے دل کو بہت صدمہ پہنچایا - میں آپکو افسردہ اور غمگین دیکھکر نہایت درد مند ہوا تھا لیکن اب کلکتہ اٹھا ہے ' تاکہ غمگینی کی جگہہ خوشی اور کامیابی کا تحفہ آپکے سامنے پیش کرے - آپ نے ۲۵ نومبر کی شام کو جب مجھہ سے کلکتہ کے بارے میں گفتگو کی ' تو میں نے آپکو اطمینان دلایا تھا - میں خوش ہوں کہ میرا اطمینان بالکل صحیح نکلا - کلکتہ میں میں پندرہ سال سے کام کر رہا ہوں - نصف صدی کی خاندانی زندگی رکھتا ہوں ' اسلیے میرا اطمینان علم و یقین پر مبنی تھا - گذشتہ تین سال کے اندر تحریک خلافت کے سب سے اہم کام کلکتہ ہی کے مسلمانوں نے انجام دیے ہیں - اب آخری منزل میں بھی پہلا قدم وہی اٹھائیگا - اسنے با امن قربانی کا راز پالیا ہے - وہ نہ تو بھڑکیگا ' نہ بجھیگا ' مگر اسکی آگ برابر سلگتی رہیگی - با امن سول ڈس اوبیڈینس کی منزل طے کرنا اسی کے حصہ میں آیا ہے ' اور وہ اس کا حقدار تھا "

(آخـــری پیغـــام)

میرا آخری پیغام وہی ہے جو اب سے دس برس پہلے پہلا پیغام تھا : لاتھنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین - نہ تو ہراسان ہو ' نہ غمگین ہو - تم ہی سب پر غالب رہوگے ' اگر سچا ایمان اپنے اندر پیدا کر لو -

ہماری تمام فتح مندیوں کی بنیاد چار سچائیوں پر ہے ' اور میں اسوقت بھی ملک کے ہر باشندے کو انہی کی دعوت دیتا ہوں :

(۱) ہندو مسلمانوں کا کامل اتفاق -

(۱) آپ سب کا باھمي اتحاد ھر حال میں ضروري اور تمام مقاصد کیلیے بنیاد کار ھے -

(۲) ھندو مسلمانوں کے اتفاق کي ضرورت و اھمیت اور شرعي استحسان آپکي نظر سے پوشیدہ نہیں - اسکي پوري طرح حفاظت کرني چاھیے' اور اسکي حفاظت آپ ھي کے ھاتھہ میں ھے -

(۳) احمد آباد کانگریس میں تمام علماء اسلام کو اور خاصۃ ارکان جمعیۃ کو ضرور شریک ھونا چاھیے ' اور جمعیۃ العلماء کي جانب سے اسکا اھتمام کرنا چاھیے -

(۴) لاھور میں ارکان عامہ کي جو تجویز منظور ھوئی ھے ' اسپر فوراً عمل در آمد شروع ھوجاے' اور جھانتک جلد ممکن ھو مجوزہ تعداد ممبروں کي بہم پہنچائي جاے -

(گـــورنمنٹ بنــگال)

آخر میں مجھے گورنمنٹ بنگال کیلیے بھي ایک پیغام لکھنا ھے : " ۲۴ - کي ھڑتال ضرور ھوگي ' اور خلافت اور کانگریس رضاکاروں کا سلسلہ ھماري گرفتاري کے بعد دوگنی طاقت کے ساتھہ جاري رھیگا "

عــزیــزان ملـــک و ملت !

میں چار سال نظربند رھنے کے بعد دسمبر سنہ ۱۹۱۹ع میں رھا ھوا ' اور دو سال کے بعد اب پھر جیل جا رھا ھوں - اللہ آپ سب کا مددگار ھو' اور راہ خدمت حق میں مستقیم رکھے : و افوض امري الی اللہ ' إن اللہ بصیر بالعباد !

۸ - دسمبر - کلکتہ

احمد
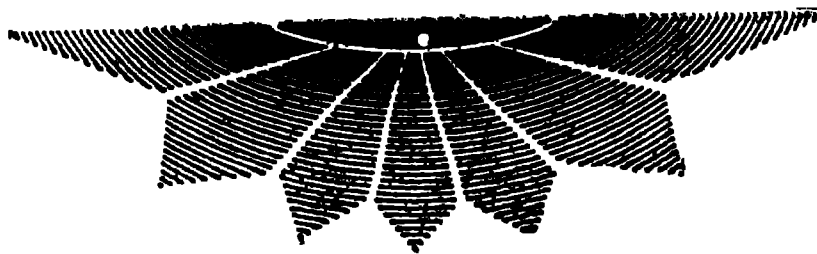
صرف آپ هي کے فرائض کا نہیں بلکه هم سب کا بوجهه آ پڑا هے - حکمت الهي کا منشا ایسا معلوم هوتا هے که باهر کے تمام کام آخر تک آپ هي انجام دیں - بہتر یه هے که اب آپ بمبئي تشریف لیجائیں اور دهلي کي فکر چھوڑ دیں -

(انگورہ فنڈ)

افسوس هے که انگورہ فنڈ کي مزید تکمیل کا صحیح موقعه نہیں ملا - غالباً اسوقت تک دس لاکهه روپیه فراهم هوگیا هے - پہلے آخر دسمبر تک کا زمانه قرار پایا تھا - اب بہتر هوگا که ایک ماہ کي مدت اور بڑھا دي جاے ' اور جنوري کے آخر تک فراهمي کا سلسله جاري رهے -

میرا ارادہ تھا که دسمبر کے وسط میں ایک خاص تاریخ عام وصولي کیلیے قرار دي جاے ' اور جسطرح مردم شماري کے وقت انتظام هوتا هے ' اسي طرح هر جگه انتظام کیا جاے - پہلے سے اعلان کردیا جاے که فلاں وقت چندہ کرنے والے نکلیگے - هر شخص حتی الامکان اپنے مکان میں رهے - پھر وصول کرنے والے تمام شہر میں پھیل جائیں اور هر مسلمان کے آگے دست سوال دراز کریں - کم از کم ایک مرتبه تو ایسا هو جانا چاهیے که هندوستان کا هر مسلمان حفاظت اسلام و خلافت کے لیے کچهه نه کچهه مالي قرباني کردے ؟

لیکن کلکته پہنچکر جب ملک کي عام حالت پر نظر ڈالي تو یه وقت اسکے لیے موزوں معلوم نه هوا - میں چاهتا هوں که احمد آباد خلافت کانفرنس میں اسکا اعلان هو جاے ' اور جنوري کے پہلے هفته کي کوئي تاریخ مقرر کردي جاے -

(جمعیة العلماء)

کا وجود اسوقت سب سے زیادہ اهم اور سب سے زیادہ ذمه دار هے - وہ علماء کا مجمع هے ' اور علماء کے سوا کوئي نہیں جسے مسلمانوں کي دیني و دنیوي رهنمائي و پیشوائي کا منصب حاصل هو - جمعیة کے سامنے اسوقت ایک نہایت اهم اسلامي مسئله تھا - الله تعالی تمام ارکان جمعیة کو توفیق دے که اجتماع بدایوں میں کامل اتفاق و اجماع کے ساتهه کسي بہتر فیصله پر پہنچیں - سردست میں ارکان جمعیة سے به ادب عرض کرونگا :

۱۰ - کو ساڑھے چار بجے مسٹر گولڈنی ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ ایک یوروپین انسپکٹر پولیس کے ھمراہ آئے ' اور مولانا کو دریافت کیا - مولانا اوپر کی منزل میں اپنے نوشت و خواند کے کمرے میں تھے ' اور مسٹر فضل الدین احمد کو خطوط کا جواب لکھوا رہے تھے - انھوں نے مسٹر گولڈنی کو وھیں بلوالیا - مسٹر گولڈنی نے سلام کے بعد کہا - کیا وہ انکے ھمراہ چلینگے ؟ وہ انھیں لینے کیلیے آئے ھیں - مسٹر احمد نے پوچھا - کیا آپکے ھمراہ وارنٹ ھے ؟ جواب میں انکار کیا گیا - مگر مولانا نے کہا وارنٹ کے بھی جانے کیلیے مستعد ھیں - اسکے بعد وہ اندر مکان میں گئے اور دس منٹ کے بعد واپس آکر جانے کیلیے مستعدی ظاھر کی - انسپکٹر نے کہا - جلدی نہ کیجیے - اگر کوئی چیز اپنے آرام کیلیے ساتھہ لینا چاھتے ھیں تو لے لیں - لیکن انھوں نے صرف ایک گرم چادر اوڑھہ لی - اور کوئی چیز ساتھہ نہ لی -

جاتے وقت انھوں نے صرف یہ کہا : " کلکتہ اور باھر کے تمام احباب اور نیز کارکنوں کو میرا پیام پہنچا دیا جاے کہ تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں پوری مستعدی کے ساتھہ مشغول رھیں - مجھسے ملنے کیلیے کوئی شخص نہ آئے - نہ اپنی جگہہ اور اپنے کام کو چھوڑے - گرفتاریوں کو ایک معمولی اور متوقع واقعہ کی طرح محسوس کرنا چاھیے - کسی طرح کی خلاف معمول اھمیت نہیں دینی چاھیے - مجھے بڑا ھی رنج ھوگا اگر کسی ' کارکن نے میری ملاقات کیلیے اپنا ایک منٹ بھی ضائع کیا "

اسکے بعد وہ روانہ ھوگئے - مسٹر گولڈنی موٹر کار تک ساتھہ گئے جو مکان سے کسی قدر فاصلے پر کھڑی کی گئی تھی - لیکن مولانا کے ساتھہ صرف انسپکٹر بیٹھا ' وہ خود دوسری کار پر چلے گئے -

اس طرح زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر کامل سکون اور خاموشی کے ساتھہ یہ معاملہ انجام پا گیا - کسی شخص نے بھی محسوس نہیں کیا کہ کوئی نئی بات پیش آئی ھے - ایسا معلوم ھوتا تھا - گویا روز مرہ کا ایک معمولی واقعہ ھے جس میں دونوں فریق کیلیے کوئی خلاف توقع بات نہ تھی - جو لوگ آے ' وہ بھی

گرفتاري

—○•○—

۱۰ - دسمبر سنه ۲۲ - جمعه

—*□•□*—

شہپرزاغ و زغن زیباے صید و بند نیست

این کرامت همره شہباز و شاهین کرده اند !

—*~[:*:]~*—
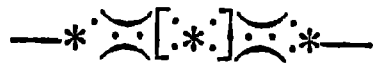
۲ - دسمبر سے مولانا اور مسترسي - آر - داس کي گرفتاري کي افواه گرم تهي - ليکن ۷ - کو قابل وثوق ذرائع سے اسکی تصدیق هوگئي - تاهم ۱۰ - تک گرفتاري عمل میں نہیں آئی - ۸ - اور ۹ کو صرف یه نظر آیا که بڑي کاوش کے ساتهه دریافت کیا جا رہا هے که مولانا بدایون کے جلسۂ جمعیة العلماء کیلیے جا رہے هیں یا نہیں ؟ اگرچه کئي دن پیشتر سے اسکا اعلان هوچکا تها که اب وه کلکته سے باهر نه جائینگے اور سفر کا پورا پروگرام منسوخ کردیا گیا هے - حتی که بعض درمیاني اشخاص سے بهي اُنهوں نے زباني صاف صاف کهدیا تها - تاهم معلوم هوتا هے که آخر تک اُنکے سفرکي توقع باقي تهي ' اسلیے تفتیش جاري رہي -

بدایون کا جلسه ۱۰ - ۱۱ تاریخ کوتها - اُسکے لیے کلکته سے روانگي کي آخري تاریخ ۸ - تهي - یا حد درجه ۹ - پس گویا ۹ - کي شام تک اُسکا انتظار کیا گیا -

اس اثناء میں رضا کارونکي تنظیم اور تبلیغ کا کام روز بروز ترقي کرتا جاتا تها - روزانه گرفتاریوں کي تعداد بهي روز افزوں تهي - ۱۰ - کي صبح تک ایک هزار سے زیاده رضا کار گرفتار هوچکے تهے -

۹ - کو مولانا اور مستر داس نے آئنده کام کے نظام کي نسبت از سرنو مشوره کیا ' اور یه بات بهي طے کردي گئي که اگر وه دونوں به یک دفعه گرفتار کرلیے گئے ' تو مستر شیام سندر چکرورتي اُنکي جگهه کام کرینگے - وه بهي گرفتار هوگئے تو یکے بعد دیگرے فلاں فلاں اصحاب کام هاتهه میں لیتے رهینگے -

هے بلکہ واقعی انکے دل کی سچی آواز ہے - پس اُنکو گرفتار کرنے کیلیے کسی اهتمام کی ضرورت نہیں - صرف اطلاع دیدینا هی کافی هے - دوسرے یہ کہ ایسے موقعوں پر طاقت کی نمائش هی سے گرفتاري کا کام مشکل هوجاتا هے - غیر معمولی اهتمام اور پولیس کا هجوم دیکھکر فوراً پبلک معلوم کرلیتی هے کہ گرفتاري کیلیے لوگ آئے هیں ' اور پھر اچانک عوام میں بھی جوش اور سرگرمي پیدا هوجاتی هے - اگر ایسا نہ کیا جاے تو گرفتاري کا بر وقت کسی کو بھی علم نہو ' اور نہایت آسانی اور تبزي سے کام انجام پا جاے -

چنانچہ مولانا کی گرفتاري کا واقعہ خود اطراف و جوانب کے لوگوں کو بھی اُسوقت معلوم هوا ' جب شہر میں اسکا اعلان کیا گیا - جاتے وقت بہت سے لوگوں نے اُنہیں موٹر کار میں ایک یوروپین کے ساتھہ بیٹھے دیکھا ' لیکن کسی کو بھی یہ خیال نہ هوا کہ وہ جیل میں جا رهے هیں - جب وہ موٹر کار میں سوار هو رهے تھے تو حسب معمول کچھہ دوکاندار اور کچھہ راهگیر سلام کرنے کیلیے جمع هوگئے ' جیسا کہ وہ هر روز آنے اور جاتے کیا کرتے تھے ' لیکن اُنہوں نے بھی کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کي - فی الحقیقت یہ طریقہ فریقین کیلیے هر طرح آرام دہ اور بہتر هے - کاش گورنمنت ابتدا سے اسي پر عمل در آمد کرتي تو بہت سی دقتیں اور پریشانیاں نہ اُسے پیش آتیں ' نہ ملک کو -

مولانا کو پہلے پولیس کمشنر کے آفس میں پہنچایا گیا - تقریباً بیس منٹ وهاں بیٹھے هونگے کہ مسٹر سي - آر - داس بھی وهیں پہنچا دیے گئے - پھر ایک موٹر کار لائی گئی ' اُسمیں دونوں سوار هوے - ایک یوروپین پولیس افیسر موٹر ڈرائیور کے ساتھہ بیٹھہ گیا - اور موٹر پریسیڈنسی جیل (علی پور) کی طرف روانہ هوگئی - موٹر کار اُسوقت بھي بالکل کھلي تھي - پریسیڈنسي جیل میں پیشتر سے اطلاع دیدي گئي تھي اور تمام انتظامات مکمل تھے - پولیس افیسر نے دونوں صاحبوں کو جیلر سے ملایا ' اور اُسکے حوالے کرکے واپس چلا آیا -

بالکل سنجیدہ اور معمولي انداز میں تھے ' اور جو گیا ' وہ بھي اپني معمولي متین اور شگفتہ حالت میں تھا - دفتر کے تمام لوگوں کو تو ایسا معلوم ہوا ' گویا وہ اپنے روزانہ معمول کے مطابق کانگرس آفس میں جا رہے ہیں !

ٹھیک اُسي وقت مسٹر کڈ ڈپٹي کمشنر پولیس مع دو تین بنگالي انسپکٹروں کے مسٹر سي - آر - داس کے یہاں گئے - اور اُنھیں اپنے ساتھہ لے آئے -

جو سادہ طریقہ گرفتاري کیلیے اختیار کیا گیا ' وہ بالکل نیا ہے - اس سے پہلے کبھي یہ روش اختیار نہیں کي گئي تھي - کوئي گرفتاري بھي ہمیں یاد نہیں جو بغیر پولیس اور فوج کي نمائش کے عمل میں آئي ہو - خود مولانا کو سنہ ۱۹۱۶ میں جب نظر بند کیا گیا ' تو رات کي پچھلي پہر کا محفوظ وقت اسکے لیے منتخب کیا گیا تھا ' اور ایک فوجي حملہ کي شان سے قوت کي نمائش ہوئي تھي - تین بجے پولیس افسروں اور سپاہیوں کي مسلح جماعت ڈپٹي کمشنر کے ماتحت پہنچي - جسمیں علاوہ سپرنٹنڈنٹ سي - آئي - ڈي کے ' سپرنٹنڈنٹ پولیس ' ڈپٹي سپرنٹنڈنٹ ' دو انسپکٹر ' اور پانچ سب انسپکٹر بھي تھے - اور سب انسپکٹروں کے سوا سب کے ہاتھوں میں ریوالور تھے - سپاہیوں نے پہلے دور تک سڑک کي ناکہ بندي کي ' پھر مکان کا محاصرہ کرلیا - اسکے بعد دروازہ پر دستک دي گئي - برخلاف اسکے اس مرتبہ معمولي انتظام بھي نہیں کیا گیا - صرف دو آدمي بلا یونی فارم کے معمولي ملاقاتیوں کي طرح آگئے ' اور چپ چاپ اپنے ساتھہ لیگئے - پولیس کي وردي اور فوج کے اسلحہ کا نام و نشان بھي نہ تھا -

مولانا جس مکان میں رہتے ہیں ' وہ علاقہ کے تھانے سے بالکل ملا ہوا ہے - صرف دیوار بیچ میں حائل ہے - لیکن تھانے میں بھی کوئی طیاري نمایاں نہیں کی گئی -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب گورنمنٹ نے کم از کم دو باتیں ضرور سمجھہ لی ہیں جنکے سمجھنے سے اب تک اُسے انکار تھا - اول یہ کہ ملک کے لیڈر جب کہتے ہیں کہ گرفتار ہو جانے کیلیے بالکل طیار ہیں ' تو یہ کوئی ڈپلومیسی نہیں

سے پہلے آنکھ نہ کھلي - سنتري کے فوجي بوٹوں کي آواز سيمنٹ کے برامدے ميں بڑے زور سے ھورھي تھي - ليکن ميري نيند ميں ذرا بھي خلل نہ پڑا "

" يہ اطمينان اور بے فکري صرف اسليے نہ تھي کہ جيل ميں آگيا ' بلکہ اسليے تھي کہ کاموں کي تکميل کيليے مجھے اپني گرفتاري کے ضروري ھونے کا کامل يقين تھا - گرفتار ھونے کے بعد ايسا محسوس ھونے لگا 'گويا ايک بڑے پريشان کن بوجھہ سے دماغ ھلکا ھوگيا ھے ! "

پہلے اسي وارڈ ميں مولوي عبد الرزاق ايڈيٹر پيغام ' بابو پدم راج جين ' مسٹر داس کے لڑکے ' اور کئي پوليٹکل قيدي رکھے گئے تھے' ليکن جب يہ دونوں صاحب يہاں لائےگئے تو دوسرے دن صبح ھي سب کو دوسرے وارڈ ميں بھيجديا گيا -

صبح کو کرنيل ھملٹن سپرنٹنڈنٹ اور جيلر وارڈ ميں آئے - کرنيل ھملٹن اپني ذات سے ايک شريف سويلين ھيں - معلوم ھوتا تھا کہ حالات کي نوعيت سے وہ متاثر ھيں' اور ايک طرح کي شرمندگي محسوس کررھے ھيں - اگرچہ يہ بات بالکل واضح تھي مگر پھربھي وہ بار بار کہتے " مجھے اس معاملہ سے کوئي تعلق نہيں - ميں صرف احکام کي تعميل کررھا ھوں - ھم لوگوں کو جيل ميں آپ جيسے لوگوں سے کبھي سابقہ نہيں پڑا - ميں پريشان ھوں کہ کيا کروں ؟ - آپ کو مجھسے کوئي شکايت نہيں ھوني چاھيے "

جواب ميں انسے کہا گيا کہ " درخواست ' خواھش ' شکايت ' ان جذبات سے ھمارے دل بالکل خالي ھوچکے ھيں "

سپرنٹنڈنٹ نے يہ بھي کہا کہ ميں صرف يہي ايک صورت اپنے اطمينان کي ديکھتا ھوں کہ آپکو اپني جگھہ ديدوں اور خود آپکے ان کمروں ميں چلا آؤں - مسٹر داس نے کہا " ليکن اگر ميں سپرنٹنڈنٹ بناديا گيا تو فوراً استعفا ديدونگا "

معلوم ھوا کہ انکے متعلق حکام جيل بلا چيف سکريٹري گورنمنٹ بنگال کے استصواب کے خود کچھہ نہيں کرسکتے - يہ حکم آچکا ھے کہ ان لوگوں کو کسي شخص سے ملنے نہ ديا جاے - حتى کہ عزيز و اقارب سے بھي - اخبارات کے دينے کي بھي قطعي

مولانا نے جیل کے آفس میں مغرب کی نماز پڑھی - نماز کے بعد سپرنٹنڈنٹ سے انہیں ملایا گیا - یہ دراصل سپرنٹنڈنٹ کے سامنے قیدیوں کو حسب قاعدہ پیش کرنا تھا - سپرنٹنڈنٹ نے کہا - میں نے کھانے کیلیے حکم دیدیا ہے - نہیں معلوم اس حکم کا مقصد کیا تھا ؟ کیونکہ اسکا کوئی نتیجہ ظہور میں نہیں آیا - اگر مقصد یہ تھا کہ تمہارے مکان سے کھانا طلب کرلینے کا حکم دیدیا ہے تو باوجودیکہ دونوں صاحبوں کے یہاں ٹیلیفون ہے' لیکن کوئی اطلاع انکے یہاں نہیں دی گئی - اگر مقصود جیل کے کھانے سے تھا تو جس وارڈ میں وہ رکھے گئے' وہاں کوئی انتظام کھانے کا نہ تھا -

اسکے بعد وہ یوروپین وارڈ میں پہنچادیے گئے' جہاں الگ الگ کمروں میں فوراً مقفل کردیا گیا - کمروں پر گورکھا سپاہیوں کا پہرہ تھا -

یہ وارڈ جیل کا بہتر حصہ سمجھا جاتا ہے - اور یہاں صرف اندر ٹرایل یوروپین قیدی رکھے جاتے ہیں - یہ دو منزلہ عمارت ہے - اوپر نیچے پانچ پانچ کمرے ہیں - ہر کمرہ دس فیٹ طول و عرض کا ہوگا - ہر کمرہ میں ایک صراحی' تام چینی کا کٹورا' اسٹول' اور ایک ٹیبل ہوتا ہے - سونے کیلیے ٹاٹ کی گدیلی اور دو کالے کمل ہوتے ہیں' جو جیل میں مستعمل ہیں - تکیہ کی جگہہ ٹاٹ کی ایک پتلی اور چھوٹی سی گدیلی سرہانے لگی ہوتی ہے -

مولانا نے بعد کو بیان کیا " ہم لوگ تقریباً سات بجے اپنے اپنے کمروں میں بند کیے گئے - ساڑھے سات بجے میں نے دروازہ کی سلاخوں سے آسمان کو دیکھا تو عشاء کا وقت اچھی طرح آچکا تھا - میں نے عشاء کی نماز پڑھی - دو چار گھونٹ پانی کے پیے اور لیٹ گیا - دو سال کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے کہ مجھے اسقدر جلد اور ایسی گہری نیند آگئی - برسوں سے میری نیند بہت کمزور ہوگئی ہے - آجکل یہ حال تھا کہ گیارہ بارہ بجے لیٹتا تھا - ایک دو گھنٹے کے تکلیف دہ انتظار کے بعد کہیں نیند آتی تھی - وہ بھی اسقدر کمزور کہ ذرا سی کھڑکھڑاہٹ خلل ڈالدیتی تھی - لیکن اس رات ساڑھے آٹھ بجے لیٹا' اور لیٹتے ہی سوگیا - تین بجے

پہلی پیشی

(۱۳ - دسمبر)

یہ گویا پہلی پیشی تھی - ملزموں کو عدالت کے سامنے نہ جانا پڑا - خود عدالت ملزموں کے دروازے پر آ گئی ! انکے کمروں کے سامنے جو برامدا ہے' اُسی میں وارڈر (محافظ وارڈ) کا ٹوٹا ہوا میز بچھایا گیا - اُسی کی ٹوٹی ہوئی کرسی مجسٹریٹ کیلیے رکھی گئی - سامنے ملزموں کیلیے اِسٹول تھے - اس ساز و سامان کے ساتھہ عدالت کا اجلاس شروع ہوا -

لیکن کارروائی نہایت ہی مختصر تھی - اور مجسٹریٹ صاحب کی مضطربانہ عجلت اور زیادہ اختصار کا باعث ہوئی - انہوں نے کہا " دفعہ ۱۷ ب کے ماتحت آپ لوگ گرفتار کیے گئے ہیں - مقدمہ کی تاریخ ۲۳ - دسمبر قرار دی جاتی ہے " یہ کہکر جلدی سے انہوں نے وارنٹ پر مہر لگانے کیلیے کہا اور اُٹھنے لگے - لیکن بیچارہ پیشکار زیادہ ہوشمند ثابت ہوا - اُس نے کہا کہ ضمانت کیلیے تو حسب قاعدہ پوچھہ لیجیے - مجسٹریٹ صاحب کو بھی یاد آ گیا کہ واقعی ملزموں کو ضمانت دینے کا بھی حق ہوا کرتا ہے - لیکن اُنہوں نے کہا " یہ حضرات ضمانت نہیں دینگے اسلیے میں نے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا "

آخر میں مسٹر خان نے معذرت کے لہجہ میں کہا کہ وہ اس بارے میں کچھہ نہیں جانتے اُنسے یہاں آنے کیلیے کہا گیا' وہ چلے آئے -

۲۳ - تاریخ کے تعین میں یہ مصلحت تھی کہ ۲۴ - سے کرسمس کی تعطیل تھی - ۲۳ - کو جب مقدمہ ملتوی کردیا جائیگا تو تعطیل کی وجہ سے ایک ہفتہ خود بخود مہلت نکل آئیگی -

ممانعت ہے - یورپین وارڈ کو " انگلشمین " دیا جاتا ہے لیکن انکے لیے وہ بھی ممنوع قرار پایا کیونکہ باہر کی خبریں اُس میں بھی درج ہوتی ہیں - صرف بستر اور کھانا لے لیا گیا - اور سپرنٹنڈنٹ نے تھوڑی دیر کے بعد اپنے آفس سے دو کرسیاں بھیجدیں -

(" لا " اینڈ " آرڈر ")

" لا اینڈ آرڈر " کی جیسی پابندی آجکل کی جا رہی ہے ' وہ ہرجگہ دیکھی جا سکتی ہے - انکے معاملہ میں بھی ابتدا سے اسکی نمایش شروع ہوگئی - گرفتاری جمعہ کے دن سہ پہر کو ہوئی - اُس دن کورٹ بند نہ تھا - وارنٹ لیا جاسکتا تھا لیکن کوئی وارنٹ حاصل نہیں کیا گیا - گرفتاری کے بعد حسب قاعدہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا چاہیے ' اور جب تک پیش نہ ہوں ' پولیس کے چارج میں رہنا چاہیے نہ کہ جیل میں - لیکن انہیں فوراً جیل میں بھیجدیا گیا - جیل میں ظاہر کیا گیا کہ آپ لوگ اسوقت تک گویا جیل میں نہیں ہیں - پولیس کے چارج میں ہیں -

لیکن بہر حال مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنا ناگزیر تھا - پیش کرنے کیلیے کورٹ میں لیجانا پڑتا اور اسمیں پبلک کے مظاہرہ کا خدشہ تھا - مجبوراً یہ تدبیر اختیار کی گئی کہ چوتھے دن مسٹر کڈ ڈپٹی کمشنر پولیس کو بھیجا گیا - اور کہا گیا کہ : اسکی موجودگی مجسٹریٹ کی قائم مقامی کا حکم رکھتی ہے - خیال یہ تھا کہ نوان کو اپریشن کی وجہ سے کسی طرح کا قانونی اعتراض تو کیا نہیں جائیگا ۔ مجسٹریٹ کے سامنے پیش کرنے اور مقدمہ کی تاریخ مقرر کرنے کی مشکل سے نجات مل جائیگی ' لیکن مسٹر داس نے مذاق کرتے ہوے کہدیا کہ " شاید میرے پریکٹس چھوڑنے کے بعد سے قانون بدل گیا ہے " اس سے ایک گونہ پریشانی ہوئی اور خوف پیدا ہوا کہ کہیں کارروائی بالکل بے ضابطہ مشہور نہ ہو جاے - اسلیے مجبوراً تین بجے مسٹر اے - زیڈ - خاں فورتھ پریسیڈنسی مجسٹریٹ کو ایک پیشکار کے ساتھہ جیل میں بھیجدیا گیا اور زیر دفعہ ۱۷ - ۲ - کرنمبل لا امنڈمنٹ ایکٹ وارنٹ ' بھی طیار کرلیے گئے -

۱ - ۲ - کا تھا - اسلیے ۱۲۴ - کا مقدمہ شروع نہیں ہوسکتا تھا جبتک از سرِنو
۱۲، - کے ماتحت وارنٹ سرو نہ کیا جاے ' اور اسکی گرفتاري کا نفاذ نہو - لیکن
پچھلے لطیفہ سے بھی بڑھکر لطیفہ یہ ہے کہ ۱۲۴ - الف کے ماتحت کوئی ضابطہ
بھی کارروائی عمل میں نہیں آئی - نہ تو اُسکا وارنٹ سرو کیا گیا ' نہ ضابطہ کی
گرفتاري هي کا نفاذ هوا - تاهم ۹ - کو مسٹر گولڈی ڈپٹی کمشنر سی - آئی - ڈی نے
اپنے حلفیہ بیان میں کہا کہ " اُس نے پریسیڈنسی جیل میں وارنٹ سرو کیا " مولانا
اپنے بیان میں لکھتے ہیں " یہ معاملہ بے قاعدگي اور کذب بیانی ' دونوں کا
انتہائی نمونہ ہے - ۹ - تاریخ تک تو مجھے اسکا بھی علم نہ تھا کہ ۱۲۴ - کے ماتحت
شروع کیا جائیگا ؟ وارنٹ کے نفاذ سے کیا تعلق ؟ نہ تو جیل میں کوئی شخص اس
غرض سے آیا - نہ مجھپر وارنٹ سرو کیا گیا "

پس گویا ۵ - جنوري سے مولانا از روے قانون بالکل آزاد تھے اُنکی گرفتاري
شام کے بعد کوئی وجود نہیں رکھتي تھی - اگر وہ جیل کے افسروں پر هرجانے کي
نالش کردیں کہ کیوں اُنہیں ۵ - کے بعد جیل میں مقید رکھا گیا ؟ تو وہ کیا جواب
دینگے ؟ البتہ یہ سب کچھہ اُسي صورت میں ہے جبکہ " از روے قانون " کے کوئي
معني هوں - لیکن در اصل اسي کے کوئي معنے نہیں هیں !

غرضکہ بجاے ۵ - کے ۹ - جنوري کو ساڑھے گیارہ بجے مولانا پریسیڈنسي
کورٹ میں لاے گئے اور اسي پیشي سے کارروائي شروع هوئي - مولانا جیل کي بند
موٹرلاري میں لاے گئے تھے - مسلم فوجي پولیس کا کپتان محافظ تھا -

دوسری پیشی
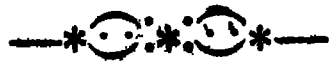
(۲۳ - دسمبر)

۲۳ - کو چار بجے پھر مسٹر اے - زید - خاں بھیجے گئے - لیکن اس مرتبہ سپرنٹنڈنٹ کے آفس میں عدالت کا اجلاس ہوا - میز کے سامنے ملزموں کیلیے بھی کرسیاں رکھدی گئی تھیں' لیکن کارروائی کے اختصار کی وجہ سے بیٹھنے کی ضرورت ھی نہیں ھوئی - کارروائی صرف اسقدر ھوئی کہ مقدمہ ٥ - جنوری پر ملتوی کردیا گیا ' مجسٹریٹ نے اپنی لاعلمی اور بے تعلقی کا بار بار اظہار کیا -

(٥ - جنوری)

٥ - جنوری کی پیشی کی کارروائی یہ ھے کہ کوئی کارروائی نہ ھوئی - دس بجے مسٹر سی - آر- داس کو پریسیڈنسی کورٹ جانے کیلیے طلب کیا گیا ' لیکن مولانا کی طلبی نہیں ھوئی -

بعد کو معلوم ھوا کہ گو ابتدا میں مسٹر داس اور آنکی پیشی کیلیے ایک ھی تاریخ قرار دیدی گئی تھی ' لیکن پھر کسی مصلحت سے مولانا کا مقدمہ ایک دن پیچھے ڈالدیا گیا - عدالت کے قوانین کی رو سے ضروری تھا کہ یہ التوا بھی عدالت کے حکم و تصدیق سے ھوتا - یعنی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جاتا اور پھر کارروائی دوسرے دن کیلیے ملتوی کردی جاتی ' لیکن موجودہ عہد قانون و نظم (لا اینڈ آرڈ) میں ان پابندیوں کے درد سر سے بھی عدالتوں کو نجات ملگئی ھے - نہ نوان کو اپریٹر ڈیفنس کرینگے ' نہ بچنا چاھینگے - پھر قواعد وضوابط کی پابندی سے کیا حاصل -

٦ - کی کارروائی سے معلوم ھوگا کہ گورنمنٹ نے دفعہ ۱۷ - ۲ - کریمنل لا امنڈمنٹ ایکٹ واپس لے لیا اور کارروائی از سرنو دفعہ ۱۲۴ - الف پینل کوڈ کے ماتحت شروع ھوئی - گرفتاری کے بعد جو وارنٹ حاصل کیا گیا تھا ' وہ دفعہ

مجسٹریٹ : (مولانا کو مخاطب کرکے) " آپ رہا کردیے گئے " -

کورٹ انسپکٹر نے مجسٹریٹ کو بتایا کہ مولانا انگریزی نہیں سمجھتے -

مولانا ــــ " میں کچھہ نہیں سمجھتا اور مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں "

لیکن مجسٹریٹ نے ایک اُردو مترجم کو بلوایا - بابو بی - سی - چٹرجی کے سپرد یہ خدمت ہوئی - سرکاری وکیل نے اپنے بیان کو جاری رکھتے ہوے کہا :

" ملزم کے خلاف موجودہ مقدمہ زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ھند ھے - انکی اُن دو تقریرونکی بنا پر ھے ' جو انہوں نے پہلی اور ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۲۱ و مرزا پور پارک کلکتہ میں کی تھیں - پہلے جلسہ کا مقصد تین اشخاص : حکیم سعید الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تھا - اسکے بعد ۱۵ - جولائی کو ملزم نے اسی جگہہ ایک دوسری تقریر کی - اسمیں مذکورۂ بالا اشخاص کی سزا یابی پر صداے احتجاج بلند کرتے ہوے موجودہ وقت میں خلافت کے متعلق لوگوں کو اُنکا فرض بتایا - یہ تقریریں اُردو شارٹ ھینڈ میں لی گئیں تھیں - اسکے بعد انہیں صاف کرکے انگریزی ترجمہ کرایا گیا - یہ ترجمہ ابھی آپکے سامنے پیش کیا جائیگا - میں نے خود یہ تقریریں پڑھی ھیں ' اور اس نتیجہ پر پہنچا ھوں کہ یہ تقریریں دفعہ ۱۲۴ - کے ماتحت آتی ھیں - لیکن خیر ' یہ تو میری راے ھے "

" میں ان تقریرونکا انگریزی ترجمہ پڑھتا ھوں - فیصلہ یور آرنر پر منحصر ھے کہ آیا اس دفعہ کے ماتحت آتی ھیں یا نہیں ؟ مزید براں میں یہ بھی بتا دینا چاھتا ھوں کہ گورنمنٹ نے زیر دفعہ ۱۹۶ - (تعزیرات ھند) اس مقدمہ کیلیے سینکشن دیدیا ھے ' اور اسکے اثبات کے لیے میں سب سے پہلے مسٹر گولڈی کو پیش کرتا ھوں "

(مسٹر گولڈی)

اسکے بعد مسٹر گولڈی ' ڈپٹی کمشنر اسپیشل برانچ شہادت کیلیے بلاے گئے - سرکاری وکیل نے دریافت کیا " کیا ملزم کو گرفتار کرنیکے لیے تمہیں گورنمنٹ آف بنگال سے کوئی اختیار دیا گیا تھا ؟ "

تیسري پیشي

—:*:(۞)*(۞):*:—

(۶ - جنوري کي کارروائي)

۶ - تاریخ کو ساڑھے بارہ بجے مولانا کا مقدمہ مسٹر سوینہو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کي عدالت میں پیش ہوا -

کارروائي شروع ہونیسے پیشتر هي عدالت کا کمرہ مشتاقان زیارت سے پر ہوچکا تھا ' جس میں ہر قوم کے اشخاص مسلمان ' ہندو ' مارواڑي وغیرہ موجود تھے -

احاطہ عدالت اور سڑک پر بھي ایک جم غفیر موجود تھا ' اور لوگ جوق جوق چلے آرہے تھے -

جسوقت مولانا کٹھرے میں لاے گئے ' تمام حاضرین مع وکلاء تعظیم کیلیے سر و قد کھڑے ہوگئے -

مولانا نے سب کے سلام کا جواب نہایت هی خندہ پیشاني کے ساتھ دیا - اسکے بعد مولانا کٹھرے میں اس انداز سے کھڑے ہوے کہ آپ کا ایک ہاتھ کٹھرے پر تھا ' اور ہتیلي پر سر تھا - چہرہ پر ایک خفیف سي مسکراھٹ تھي - اور نہایت هي بے پروائي کے ساتھ اپنے اِرد گرد کا تماشہ دیکھہ رہے تھے -

کارروائي شروع کرتے ہوے راے بہادر تارک ناتھہ سادھو سرکاري وکیل نے بیان کیا :

" مولانا ابو الکلام آزاد کے خلاف دو مقدمے ہیں - ایک دفعہ ۱۷ - ۲ ترمیم ضابطہ فوجداري کے ماتحت - دوسرا زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات ہند (بغاوت چونکہ موخر الذکر جرم نہایت هي سنگین ہے ' لہذا میں انکے خلاف قانون ترمیم شدہ ضابطہ فوجداري کے ماتحت کوئی کارروائي کرنا نہیں چاہتا - اور اپنے اس دعوے کو واپس لیتا ہوں ' مولانا اس دفعہ کے ماتحت آزاد ہیں - "

یہاں مجسٹریٹ نے مولانا کو مخاطب کرکے کہا : " کیا آپ چاہتے ھیں کہ آپکے لیے گواھي کا ترجمہ کرایا جاے ؟ "

جواب میں مولانا نے فرمایا " مجھے کسي ترجمہ کي ضرورت نہیں - ھاں اگر عدالت کو ضرورت ھو تو وہ خود ایسا کرسکتي ھے - "

مجسٹریٹ — " تو کیا آپ انگریزي سمجھتے ھیں ؟ "

مولانا — " نہیں "

مجسٹریٹ — مترجم سے " بہتر ھے کہ تم ترجمہ کرتے جاؤ "

گواہ نے اپنا بیان جاري رکھتے ھوے کہا :

" میں کلکتہ یونیورسیٹي کا تعلیم یافتہ ھوں - تقریباً ۱۸ - مہینہ تک لکھنؤ کرسچین کالج میں رہچکا ھوں - وھاں میں نے اُردو مختصر نویسي میں ایک آنر سرٹیفکٹ اور سند حاصل کي - "

" ۱٦۰ - حرف في منٹ میري رفتار ھے - میں اُردو سمجھتا ھوں - اُردو مختصر نویسي میں نے لکھنؤ میں سیکھي ھے - "

" یکم جولائي مجھے یاد ھے - اُس روز میں مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں مقرر ھوا تھا - اُردو میں وھاں جو جو تقریریں ھوئیں انکے میں نے نوٹ لیے تھے - ملزم نے وھاں اُردو میں تقریر کي تھي - اور وھي اس جلسہ کے صدر تھے - "

" حتی الامکان میں نے بہتر نوٹ لیے ، اور حسب معمول مسٹر گولڈي کمشنر کے پاس بھیج دیا - مسٹر گولڈي نے اسپر ۲۵ - تاریخ کو دستخط کیا - اسکے بعد میں نے اسی تقریر کي نقل اردو لانگ ھینڈ میں لي - اور مسٹر گولڈي کے سامنے پیش کیا - "

" اسپر مسٹر گولڈي کا ۱۴ - دسمبر سنہ ۲۱ ء کا دستخط موجود ھے - "

(بابو باما چرن چٹرجي)

اسکے بعد باما چرن چٹرجي سرکاري مترجم پیش ھوا - اسنے بیان کیا " وہ اردو اور ھندي کا مترجم ھے ، اور الہ آباد یونیورسٹي کا تعلیم یافتہ ھے "

جواب — " هاں "

سوال — " کیا انہي تقریرونکے لیے ؟ یہ کن تاریخوں میں کي گئي تہیں ؟

جواب — " هاں - یکم اور ١٥ - جولائي سنه ١٩٢١ کو " -

سوال — " کیا یہي سینکشن تمہیں ملا تھا ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — " کیا اسیکے ذریعه سے تمہیں مولانا ابو الکلام آزاد کو گرفتار کرنیکے لیے حکم دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — "کیا اسپر گورنمنٹ آف بنگال کے چیف سکریٹري کا دستخط ثبت هے ؟ "

جواب — " هاں - میں انکے دستخط کو پہچانتا هوں "

سوال — " سینکشن کس تاریخ کو دیا گیا تھا ؟ "

جواب — " ۲۲ دسمبر سنه ١٩٢١ کو "

سوال — " کیا سینکشن ملنے کے بعد تم نے چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کي خدمت میں کوئي درخواست پیش کي تھي ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — " تو پھر کیا تمہیں کوئي وارنٹ ملا ؟ "

جواب — " هاں - میں نے پریسیڈنسي جیل میں سرو کیا "

سوال — " عام طور پر جب تمہیں کسي جلسه کي اطلاع ملتي هے تو کیا تم کوئي ریپورٹر وهاں بھیجتے هو ؟ "

جواب — " هاں "

سوال — " کیا یہي وہ ریپورٹ اور اسکي نقل هے جو تمہیں دکھائي گئي تھي ؟ "

جواب — " هاں "

(ابو اللیث محمد)

اسکے بعد سرکاري شارٹ هینڈ ریپورٹر ابو اللیث محمد پیش هوا - اسنے بیان کیا " میں گورنمنٹ آف بنگال کا شارٹ هینڈ ریپورٹر هوں - "

L5296

یہاں سرکاري وکیل نے گواہ سے کہا " نوٹ دیکھکر ذرا اپنے حافظہ کو درست کرو " گواہ نے نوٹ دیکھکر بتایا " ۱۰ - هزار کا مجمع تھا - اور ھم نے ایک مرتبہ نوٹ داخل کیا تھا "

(پولیس انسپکٹر کے - ایس - گھوسال)

اسکے بعد کے - ایس - گھوسال انسپکٹر اسپیشل برانچ کی شہادت لیگئي - اسنے بیان کیا :

" میں کلکتہ یونیورسٹی کا گریجوئٹ ھوں - یکم جولائی سنہ ۱۹۲۱ کو مرزا پور اسکوئر کے جلسہ میں میں گیا تھا - ملزم اس جلسہ کے صدر تھے - میں نے تقریروں کے نوٹ لانگ ھینڈ میں لیے تھے - میں تقریر کے صرف انھی حصوں کا نوٹ لیا کرتا ھوں جنھیں میں ضروري سمجھتا ھوں - میں نے انکے صحیح نوٹ لیے تھے (نوٹ پیش کرتے ھوے) یہ پہلي جولائی کي متفقہ ریپورٹ ھے - اسمیں صدر (ملزم) کي تقریر بھي شامل ھے - یہ نوٹ مسٹر گولڈي کي خدمت میں پیش کردیے گئے تھے - جنپر انھوں نے اپنا دستخط کردیا تھا - "

سرکاري وکیل - " جلسہ کس غرض سے ھوا تھا ؟ "

جواب — " سعید الرحمن ' جگدمبا پرشاد ' اور اجودھیا پرشاد کي گرفتاري کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنیکي غرض سے - تقریباً ۱۲ - ھزار آدمیوں کا مجمع تھا - ھر قسم کے لوگ اسمیں شریک تھے - لیکن نصف کے قریب ھندوستانی مسلمان تھے - بقیہ نصف ھندوستاني ھندو اور بنگالي تھے "

(انسپکٹر بي - بي - مکرجي)

اسکے بعد بي - بي مکرجي انسپکٹر سي - آئي - ڈي پیش ھوا - اسنے بیان کیا :

" مرزا پور پارک کے ایک جلسہ میں نوٹ لینے کیلیے میں مقرر ھوا تھا - میں نے نوٹ لیے اور ۱۵ - جولائي سنہ ۱۹۱۲ - کو ڈپٹي کمشنر کي خدمت میں پیش کر دیا - "

سرکاري وکیل — " پہلي جولائي کي اردو تقریر کو ذرا دیکھو؟ "

گواہ — " میں نے هي اسکا ترجمہ کیا تھا - اسپر میرا دستخط موجود ھے میں نے حتی الامکان اسکا بہتر ترجمہ کیا - "

سرکاري وکیل — " دوسري تقریر کو دیکھو جو ۱۵ جولائي کي ھے - "

گواہ — " میں نے اسکا بھي صحیح ترجمہ کیا ھے - "

(انسپکٹر محمد اسمعیل)

اسکے بعد محمد اسمعیل انسپکٹر اسپیشل برانچ بلوایا گیا - اسنے بیان کیا :

" میں مرزا پور پارک میں متعین کیا گیا تھا - وھاں میں نے ملزم کو دیکھا - انہوں نے وھاں ایک تقریر کي تھي - میں نے اردو لانگ ھینڈ میں پہلي جولائي کي تقریر کا نوٹ لیا تھا - ملزم اس جلسہ کے صدر تھے - اور اسي حیثیت سے تقریر کی تھي - "

سرکاري وکیل — " جلسہ کس غرض سے ھوا تھا ؟ "

گواہ — " مبلغین خلافت : حکیم سعید الرحمن ، جگدمبا پرشاد ، اور اجودھیا پرشاد کي گرفتاري کے متعلق - "

" جلسہ میں تقریباً ۱۲ - ھزار آدمیونکا مجمع تھا - ھر قسم کے لوگ جلسہ میں موجود تھے ، لیکن ۵۰ - في صدي مسلمان تھے - میں نے صحیح نوٹ لیے تھے - انسپکٹر کے - ایس گھوسال اور دوسرے افسر میرے ھمراہ تھے - اور یہ (مولانا ابو الکلام آزاد) صدر جلسہ کي اردو تقریر کا نوٹ ھے - اسکے بعد بابو پنچکوري بنرجي نے تقریر کي تھي - "

" بابو پنچکوري بنرجي کي تقریر صدر جلسہ کي تقریر کے ساتھہ شامل ھے - "

" ۱۵ - جولائي کو بھي میں مرزا پور پارک میں متعین کیا گیا تھا - میں وھاں گیا تھا - میں نے وھانکي تقریروں کے نوٹ لیے - انسپکٹر مکرجي اور مسٹر کر بھي میرے ھمراہ تھے - مولوي نجم الدین اور ملزم نے اس جلسہ میں تقریر کي تھي - میں نے اُن تقریرونکا نوٹ لانگ ھینڈ میں لیا - میں نے تقریر کے صرف انھي حصونکا صحیح نوٹ لیا جنھیں میں نے ضروري سمجھا تھا - "

" میں کلکتہ یونیورسٹي کا تعلیم یافتہ اور بي - ایس - سي - ھوں - میں اردو سمجھتا ھوں - تقریباً ۱۰ - اور ۱۲ - ھزار کے درمیان جلسہ میں لوگونکا مجمع تھا - "

سے روکتے رہے - مجسٹریٹ نے گھبرا کر فوراً سرجنٹ کو کمرہ خالی کرا دینے کا حکم دیا جسپر فوراً عمل کیا گیا - صرف چند آدمی جو کرسیوں پر بیٹھے ہوے تھے اندر رهگئے -

شارٹ هینڈ اُردو رپورٹر نے ان دونوں تقریروں کو جنکی بنا پر دعوی کیا گیا ھے ' پڑھکر سنایا -

اسکے بعد ۱۲۴ - الف کے ماتحت فرد قرارداد جرم لگا دی گئی -

مجسٹریٹ —— مولانا سے - " کیا آپ کچھ کہنا چاھتے ھیں ؟ "

مولانا —— " نہیں "

مجسٹریٹ —— " کیا آپ کوئی گواہ پیش کرنا چاھتے ھیں ؟ "

مولانا —— " نہیں - اگر میں نے ضرورت دیکھی تو آخر میں اپنا تحریری بیان پیش کردونگا " -

مجسٹریٹ —— " کیا آپکو کاغذ کی ضرورت ھے ؟ "

مولانا —— " نہیں "

مجسٹریٹ —— کیا آپکو اور کسی چیز کی ضرورت ھے ؟ "

مولانا —— میں اپنی تقریروں کی نقل چاھتا ھوں - (جو انہیں دے دی گئی)

یہاں سرکاری وکیل نے مجسٹریٹ سے درخواست کی که عرضی دعوی کی بھی ایک نقل ملزم کو دے دی جاے -

اسکے بعد مقدمہ ۱۱ - جنوری تک کیلیے ملتوی کردیا گیا ' مقدمہ کے تمام دوران میں عدالت کے احاطہ اور سڑک پر عظیم الشان مظاھرہ جاری تھا - قومی نعروں کی آوازیں برابر بلند ھو رھی تھیں - جونہی مولانا جیل کی گاڑی میں سوار ھونے لگے ' ابو الکلام آزاد کی جے ' بندے ماترم ' مہاتما گاندھی کی جے ' ھندو مسلمانوں کی جے ' اور اللہ اکبر کے پرشکوہ نعروں سے تمام فضا گونج اٹھی !

لوگوں کی اسقدر کثرت تھی کہ کچھ عرصہ تک گاڑیوں کی آمد و رفت بھی رک گئی تھی -

" ملزم اس جلسہ کے صدر تھے - انہوں نے وہاں ایک تقریر کی تھی - میں نے اُسکے صحیح نوٹ لیے تھے - یہ نوٹ اُسی روز شام کو مسٹر گولڈی کے سامنے پیش کردیے گئے - اسپر انکا دستخط موجود ہے - محمد اسمعیل اور میں، دونوں نے ایک مشترکہ نوٹ داخل کیا تھا - ملزم نے اُردو میں تقریر کی تھی - میں کچھہ کچھہ اس زبان کو سمجھتا ہوں - "

" یہ جلسہ تین مبلغین خلافت: حکیم سعید الرحمن ، جگدمبا پرشاد ، اور اجودھیا پرشاد کی گرفتاری کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنے اور لوگوں کو جیل جانے کی ترغیب دینے اور شوق دلانے کی غرض سے ہوا تھا "

تقریباً ۱۰ - ہزار کا مجمع تھا - مسلمان ، ہندو ، اور ہوڑا اور للوا کے ملوں کے بہت سے مزدور اسمیں شریک تھے - تقریباً ۵۰ - والنٹیر بیج لگاے ہوے تھے جسپر یہ لکھا تھا " جیل جانے کیلیے طیار ہیں "

(مسٹر گولڈی دوبارہ)

مسٹر گولڈی پھر بلواے گئے - انہوں نے رپورٹ اور نوٹ پرجو وہاں پیش کیے گئے تھے، اپنے دستخط ہونیکی تصدیق کی -

اسکے بعد سرکاری وکیل نے پہلی جولائی کی تقریر کا انگریزی ترجمہ پڑھکر سنایا - اور کہا " ۱۵ - جولائی کو بھی اسی قسم کی تقریر ہوئی تھی "

پھر اسنے چارج مجسٹریٹ کے حوالہ کردیا - اسکے بعد لنچ کیلیے کارروائی ملتوی کی گئی -

(لنچ کے بعد کی کارروائی)

۳ بجکر ۲۰ - منٹ پر مجسٹریٹ عدالت میں داخل ہوا - مولانا کو بلوایا گیا - جسوقت مولانا صحن سے ہوکر عدالت کے کمرہ میں لاے جارہے تھے ، تو باہر کے عظیم الشان مجمع نے جو سڑک پر کھڑا تھا - مولانا کی ایک ذرا سی جھلک دیکھہ پائی ، اور اللہ اکبر کی گونج سے در و دیوار ہلنے لگے -

جب مولانا کمرہ میں داخل ہوے تو تمام حاضرین سروقد اُٹھہ کھڑے ہوے ، اور بلا قصد انکی زبان سے بھی اللہ اکبر کا نعرہ نکل گیا اگرچہ خود مولانا ہاتھہ کے اشارے

(٣) دونوں موقعوں پر اسپیشل برانچ کے تین اور افسروں نے بھي لانگ ھینڈ میں نوٹ لیے تھے - اور وہ اُس شارٹ ھینڈ رپورٹ کي تصدیق کرتے ھیں -

(٤) تقریروں کے دیکھنے سے اندازہ ھوسکتا ھے کہ مقرر نے اپني ان تقریروں سے گورنمنٹ قائم شدہ بروے قانون کے خلاف لوگوں میں حقارت و نفرت پھیلانے کي کوشش کي - اور اسطرح ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا جسکي وجہ سے ١٢٤ - الف تعزیرات ھند کے ماتحت سزا کا مستوجب قرار پاسکتا ھے -

(٥) گورنر ان کونسل نے مدعي کو یہ حکم اور اختیار دیا ھے کہ وہ مولانا ابو الکلام آزاد کو مذکورۂ بالا جرم کي بنا بر زیر دفعہ ١٢٤ - الف تعزیرات ھند گرفتار کرے ' اور انکے خلاف چارہ جوئي کرے - سینکشن کي اصل کاپي منسلک ھے ' اور اسپر حرف " إي " کا نشان ھے - لھذا مدعي یہ درخواست کرتا ھے کہ ملزم کے خلاف حکم نامہ جاري کیا جاے کہ وہ مذکورۂ بالا الزامات کي جوابدھي کرے ' اور اسکے حاضر ھونے پر مقدمہ چلایا جاے ' نیز قانون کے مطابق کارروائي عمل میں لائي جاے -

---

چـــوتھي پیشـــي

(١١ - جنوري)

١١ تاریخ کو مسٹر سوینھو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کي عدالت میں چوتھي پیشي ھوئي - حسب معمول کمرہ اور احاطۂ عدالت لوگوں سے پرتھا - لیکن قبل اسکے کہ کارروائي شروع ھو ' سارجنٹ نے کمرہ لوگوں سے خالي کرالیا - حتی کہ ان لوگوں کو بھي رھنے نہ دیا جو کرسیوں پر بیٹھے ھوے تھے -

اسکے بعد مولانا لاے گئے - جونھي انھوں نے کٹھرے میں قدم رکھا ' تمام وکلاء جو وھاں موجود تھے ' تعظیم کیلیے اُٹھہ کھڑے ھوے -

مجسٹریٹ نے مولانا سے دریافت کیا :

" کیا آپ کوئي بیان دینا چاھتے ھیں ؟ "

نقـــل اِستغـــاثـــه

—*:(🞖)*(🞖):*—

بعدالت چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کلکته

—•⁚(*)⁚•—

براے گرفتـاري زیر دفعه ۱۲۴ - الف تعـزیرات هنـد

—*:*:*—

جے - اے - ایم - گولڈيي - ڈپٹي کمشنر آف پولیس - اسپیشل برانچ کلکته - مدعي

مـولانا ابـوالکـلام آزاد - مدعا علیه

—*:◌:*:◌:*—

مذکورۂ بالا مدعی کا بیان حسب ذیل هے :

(۱) یکم جولائي سنه ۱۹۲۱ کو مدعا علیه نے مرزا پور پارک میں نان کواپریشن اور بائیکاٹ کے مضمون پر اُردو میں ایک تقریر کي تهي -

ایک اُردو مختصر نویس نے انکي پوري تقریر کے نوٹ اُردو میں لیے - مذکورۂ بالا نوٹ کے نقل کي ایک اردو کاپي جسپر انگریزي حرف " اے " کا نشان بنا هے ' منسلک درخواست هذا هے - مذکورۂ بالا شارٹ هینڈ نوٹ کا انگریزي ترجمه بهي شامل هے ' جسے گورنمنٹ آف بنگال کے ایک بنگالي مترجم نے کیا هے - اُس پر انگریزي حرف " بي " کا نشان هے -

(۲) پهر ۱۵ - جولائي سنـه ۱۹۲۱ کو ملزم مذکور نے اردو میں ایک دوسري تقریر اُسي جگهه اور اُسي مضمون پر کي - اور ایک اردو رپورٹر نے انکي پوري تقریر کا اردو شارٹ هینڈ میں نوٹ لیا - اُس نوٹ کي ایک نقل جسپر حرف " سي " کا نشان هے ' منسلک هے - اور دوسرا کاغذ جسپر حرف " ڈي " کا نشان هے ' مذکورۂ بالا شارٹ هینڈ نوٹ کا انگریزي ترجمه هے ' جسے گورنمنٹ بنگال کے ایک بنگالي مترجم نے کیا هے -

تو اپنے اپنے گھروں کو مایوس واپس گئے - پھر بھي ایک معقول تعداد هندو مسلمانوں کي فوراً ٹکسیوں پر سوار هوکر جیل پہنچ گئي - مگر وهاں انهیں احاطه جیل کے اندر جانیکي اجازت نه دي گئي - بعد کو معلوم هواکه مولانا کے اعزاء اور اخبارات کے نمایندونکو بھي اندر جانے کي اجازت نهیں ملیگي - عدالت کے اندر صرف مسٹر گرلڈي ڈپٹي کمشنر اسپیشل برانچ اور چند سي - آئي - ڈي - پولیس افسر موجود تھے - ۱۲ بجے مسٹر سوینهو چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ بمعیت راے بهادر تارک ناتهه سادهو سرکاري وکیل آئے -

اخبارات کے نمائندوں نے اندر جانے کي پھر کوشش کي لیکن عدالت کے پیشکار نے کہا - حکام جیل سے اسکي درخواست کرني چاهیئے - وهي اسکي اجازت دیسکتے هیں - چنانچه اسکي تعمیل میں جیلر سے کہا گیا - اُسنے کہا - وہ کمرہ اب عدالت کو دیدیا گیا هے - انکا اسمیں کوئی اختیار باقي نهیں - چنانچه مجسٹریٹ کو اسکي اطلاع دي گئي - لیکن جواب ملا که سپرنٹنڈنٹ جیل کے پاس درخواست دي جاے - سپرنٹنڈنٹ اسوقت موجود نه تھا ' اسلیے ملاقات نه هوسکي - لیکن بعد کو سپرنٹنڈنٹ نے مولانا سے کہا که نه تو اسکے طرف سے کوئي روک تھي ' اور نه وہ روکنے کا مجاز تھا - اسکا اختیار تو صرف مجسٹریٹ کو هے -

ٹھیک پورے ۱۲ - بجے جیلر کے همراہ مولانا آئے - مولانا نے کمرۂ عدالت کے اندر قدم رکھتے هي دریافت کیا " یه کارروائي پبلک هے یا پرائیوٹ ؟

مجسٹریٹ ــــ " پرائیوٹ ؟ "

مجسٹریٹ ــــ " آپ تشریف رکھیں "

مولانا ــــ " کیا آپنے یه مجھسے کہا هے ؟ غالباً آپکو یاد نهیں رها که پہلے بھي میں دو مرتبه آپکے سامنے پیش هوچکا هوں "

مجسٹریٹ ــــ " مجھے یاد هے "

مولانا ــــ " گذشته موقعوں پر جب میں دو تین گھنٹے تک مسلسل کھڑا رهسکا - تو آج بھي کھڑے رهنے میں مجھے کوئي تکلیف نهیں هوسکتي "

مجسٹریٹ ــــ " افسوس هے که مجھے ان موقعوں پر یاد نه رها -

مولانا ــــ " (آپکے اس اعتراف کا) شکریه "

مولانا - " ھاں "

" اگر عدالت کو کوئي اعتراض نہ ھو ' تو میں ایک تحریري بیان پیش کرونگا - "

مجسٹریٹ ــــ " کیا وہ آپکے ساتھہ ھے ؟ "

مولانا ــــ " ھاں - یہ اُردو میں ھے - لیکن میں چاھتا ھوں ' اسکا انگریزي ترجمہ عدالت میں داخل کروں "

مجسٹریٹ ــــ " تو کیا آپ خود اسکا ترجمہ کرالیںگے ؟ "

مولانا ــــ " ھاں اگر عدالت کو اسمیں کوئي اعتراض نہ ھو "

مجسٹریٹ ــــ " کیا آپ کو اور کسي چیز کي ضرورت ھے ؟ "

مولانا ــــ اگر کوئي حرج نہ ھو تو میں اپني اس تقریر کا جسے مغویانہ بتایا گیا ھے انگریزي ترجمہ دیکھنا چاھتا ھوں "

مجسٹریٹ ــــ " کیا بیان کیلیے اسکي ضرورت ھے ؟ "

مولانا ــــ " - میں اسے دیکھنا چاھتا ھوں "

مجسٹریٹ نے عدالت سے دریافت کیا کہ انگریزي ترجمہ ملزم کو پہلے ھي کیوں نہ دیا گیا ؟ اب انہیں فوراً دیدیا جاے - سرکاري وکیل نے ایک پولیس افسر سے کہا - اسنے بیان کیا کہ اسوقت وہ وھاں موجود نہیں ھے - جیل میں بھیجدیا جایگا -

اسکے بعد مقدمہ ۱۷ - جنوري سنہ ۱۹۲۲ تک کیلیے ملتوي کردیا گیا -

سابق کي طرح آج بھي ایک بہت بڑا مجمع سڑک پر موجود تھا اور برابر قومي نعرے لگا رھا تھا -

---

پانچــــویں پیشـــي

(۱۷ - جنوري)

۱۷ - جنوري کو مولانا کے مقدمہ کي سماعت پریسیڈنسي سول جیل میں ھوئي - حسب معمول ھزاروں آدمي وقت مقررہ پر پریسیڈنسي کورٹ پہنچ گئے تھے - لیکن جب انہیں معلوم ھوا کہ مقدمہ کورٹ کے بجاے جیل میں ھوگا '

بهي هوا - جيل کے ڈاکٹر نے کہا - ايسي حالت ميں انکا عدالت ميں جانا نهايت مضر هوگا - سپرنٹنڈنٹ طيار هے کہ عدالت کو اطلاع ديکر پيشي ملتوي کرادي جاے - ليکن مولانا نے پسند نهيں کيا کہ اُنکي وجه سے کارروائي ميں کسي طرح کا التوا يا تاخير هو - انهوں نے کہا - جب کارروائي جيل هي کے احاطه ميں هوتي هے تو تهوڑي دير کيليے چند قدم چلا جانا کچهه دشوار نه هوگا - جيل سے کوئي اطلاع عدالت کو نه دي جاے -

ليکن تهوڑي دير کے بعد سپرنٹنڈنٹ جيل مسٹر سوينهو پريسيڈنسي مجسٹريٹ کي چٹهي ليکر آے جو ۳۰ - کي لکهي هوئي تهي اور اس ميں لکها تها کہ مولانا کا مقدمه ۹ - فروري پر ملتوي کرديا گيا -

۵ - جنوري کي کارروائي کے مقابلے ميں يه کارروائي غنيمت تهي - کم از کم اطلاع تو ديدي گئي - مگر سوال يه هے کہ کيا اس طرح کي چٹهي مجسٹريٹ کي موجودگي اور ملزم کي حاضري کے قائم مقام هوسکتي هے ؟ اگر جواب اثبات ميں هو تو يه گويا قوانين مسلمۂ عدالت ميں ايک نئے قاعده کا اضافه هوگا - هم اسے " ترميم " بهي کهه سکتے تهے ' مگر جهانتک معلوم هے ' سنه ۱۹۰۸ ميں صرف ضابطۂ فوجداري هي کي " ترميم " هوئي تهي ' ضابطۂ عدالت کي نهيں هوئی تهی !

اب هم پہلے مولانا کا بيان درج کرتے هيں - اُسکے بعد آخري پيشي کي روئداد اور عدالت کا فيصله نقل کرينگے - بيان آئنده صفحه سے شروع هوتا هے !

مجسٹریٹ — "کیا آپ اپنا بیان لاے هیں ؟ "

مولانا نے اپنا اُردو بیان پیش کردیا اور کہا کہ انکے سکریٹری کي عدم موجودگي کہ وجہ سے انگریزي ترجمہ مکمل نہ هوسکا -

مجسٹریٹ — " تو کیا آپ اسکے ترجمہ کیلیے اور مہلت چاهتے هیں ؟ "

مولانا — " نہیں - میں نہیں چاهتا کہ محض ترجمہ کیلیے مقدمہ میں تاخیر هو - "

مجسٹریٹ — " لیکن اگر اسکا انگریزي ترجمہ هو جاتا تو عدالت کیلیے اسمیں بڑي آساني هوتی "

اسکے بعد مقدمہ ۱۹ - تاریخ تک کیلیے ملتوي کردیا گیا - لیکن بعد کو خود بخود ۱۹ - کے بجاے ۲۴ - تاریخ کردي گئي -

چھٹي پیشي

—•••(**)•••—

(۲۴ - جنوري)

۲۴ - جنوري کو مولانا کا مقدمہ سول جیل میں چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ کے سامنے پیش هوا - آج خلاف معمول پبلک کی ایک معقول تعداد کو اندر جانیکي اجازت ملگئي تھي -

ایک بجے کے قریب مولانا تشریف لاے' اور صرف یہ کارروائي هوئي کہ مولانا کا بیان عدالت نے لے لیا اور ۳۱ - جنوري آئندہ پیشي کیلیے قرار پائي -

ساتویں پیشي

—•••[:*:]•••—

(۳۱ - جنوري)

مولانا کي طبیعت کئي دن سے سخت علیل تھي - جگر کا فعل ناقص هوجانے کي وجہ سے اسہال کي شکایت لاحق هوگئي - ۳۱ - کو ایک مرتبہ استفراغ

مولانا ابوالکلام کا تحریري بیان

——*:):[:*:]:(:*——

الحمد للہ وحدہ

—*:::*:::*—

(عارضي وقفہ)

میرا ارادہ نہ تھا کہ کوئي تقریري یا تحریري بیان یہاں پیش کروں - یہ ایک ایسي جگہ ہے جہاں ہمارے لیے نہ تو کسی طرح کي اُمید ہے ' نہ طلب ہے ' نہ شکایت ہے - یہ ایک موڑ ہے جس سے گذرے بغیر ہم منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے ' اسلیے تھوڑي دیر کیلیے اپني مرضي کے خلاف یہاں دم لے لینا پڑتا ہے - یہ نہ ہوتي تو ہم سیدھے جیل چلے جاتے -

یہي وجہ ہے کہ گذشتہ دو سال کے اندر میں نے ہمیشہ اسکي مخالفت کي کہ کوئي نان کوا پریٹر کسي طرح کا بھي حصہ عدالت کي کارروائي میں لے - آل اِنڈیا کانگرس کمیٹي ' سنٹرل خلافت کمیٹي ' اور جمعیۃ العلماء ھند نے اگرچہ اسکي اجازت دیدي ہے کہ پبلک کي واقفیت کیلیے تحریري بیان دیا جاسکتا ہے ' لیکن داتي طور پر میں لوگوں کو یہي مشورہ دیتا رہا کہ خاموشي کو ترجیح ہے - میں سمجھتا ہوں کہ جو شخص اسلیے بیان دیتا ہے کہ مجرم نہیں ' اگرچہ اسکا مقصد پبلک کي واقفیت ہو ' تاہم وہ اشتباہ سے محفوظ نہیں ہے - ہوسکتا ہے کہ اپنے بچاؤ کي ایک ہلکي سي خواہش اور سماعت حق کي ایک کمزور سي توقع اسکے اندر کام کر رہي ہو - حالانکہ نان کو اپریشن کي راہ بالکل قطعي اور یک سو ہے - وہ اسکے بارے میں اِشتباہ بھي گوارا نہیں کرسکتي -

(کامل مایوسي ' اسلیے کامل تبدیلي کا عزم)

" نان کو اپریشن " موجودہ حالت سے کامل مایوسي کا نتیجہ ہے ' اور اسي مایوسي سے کامل تبدیلي کا عزم پیدا ہوا ہے - ایک شخص جب گورنمنٹ سے

ریفانہ کام کیلیے مستعد رہتا ہے ' اور ضرورت کو کبھي مایوس نہیں کرتا
س اس طرح بہ ہزار زحمت دفعہ ۱۲۴ - الف کا دعوی طیار ہوگیا -

(اجتمـــاع ضـــدین)

(۴) یہ پریشاني گورنمنٹ کو خود اسي کي منافقانہ روش کي وجہ سے
یش آ رہی ہے - ایک طرف تو وہ چاہتی ہے کہ شخصي حکمرانوں کی طرح
بے دریغ جبر و تشدد کرے - دوسري طرف چاہتی ہے کہ نمائشي قانون و عدالت
ی آڑ بھی قائم رہے - یہ دونوں باتیں متضاد ہیں - جمع نہیں ہوسکتیں - نتیجہ
ہ ہے کہ اسکی پریشانی و درماندگی روز بروز بڑھتی جاتی ہے - جو لوگ اسکے
خیال میں سب سے زیادہ مستحق تعزیر ہیں ' اُنھی کو سزا دلانا اسکے لیے مشکل
وگیا ہے - ابھی چند ہی مہینے گزرے ہیں کہ ہم کرانچی میں گورنمنٹ کی
سراسیمگی و درماندگی کا تمسخر انگیز تماشا دیکھہ رہے تھے - جو سرکاري اِستغاثہ
ٰس دعوی اور اہتمام کے ساتھہ شروع کیا گیا تھا ' اس سے خود گورنمنٹ کی
پسندیدہ اور انتخاب کردہ جیوري بھی اتفاق نہ کرسکی !

لطف یہ ہے کہ یہ مشکلات گورنمنٹ کو ایسی حالت میں پیش آ رہی
ہیں جبکہ وہ جانتی ہے کہ نان کو اپریٹرز کی جانب سے ڈیفنس نہیں کیا جائیگا '
اور سخت سے سخت غلط بیانی اور قانون شکنی کی حالت میں بھی پردہ دري
اور شکست کا کوئی کھٹکا نہیں ہے -

(نئي قانوني تشریحات)

گورنمنٹ نے اس اطمیدان سے پوري طرح کام لینے میں کوئي کوتاہي بھي نہیں
کي ہے - نان کو اپریٹرز کے مقدمات آجکل جسطرح چکاے جا رہے ہیں ' اس سے
معلوم کیا جاسکتا ہے کہ " لا " اور " آرڈر " کے معنی بیورو کریٹک اصطلاح میں کیا
ہیں ؟ " لا " اور " آرڈر " کي طرح اب دعوی ' ثبوت ' شہادت ' تشخیص '
(آئي - ڈینٹي فائي) وغیرہ تمام عدالتي مصطلحات کے معاني میں بھي انقلاب
ہوگیا ہے - گویا نان کو اپریٹرز کو جلد سزا دیدینے کیلیے ہر طرح کي بے قاعدگي اور

(میـــري تقـــريـــريں)

(٥) پراسیکیوشن کي جانب سے میري دو تقریریں ثبوت میں پیش کیگئي هیں' جو میں نے پہلي اور پندرهویں جولائي کو مرزا پور پارک کے جلسے میں کي تهیں - اُس زمانه میں گورنمنٹ بنگال نے گرفتاریوں کیطرف پہلا قدم اُٹهایا تها اور چار مبلغین خلافت پر مقدمه چلا کر سزائیں دلائي تهیں - میں اُس وقت سفر سے بیمار واپس آیا تها - میں نے دیکها که لوگوں میں بے حد جوش پهیلا هوا هے ' اور هر طرح کے مظاهرے کیلیے لوگ بیقرار هیں - چونکه میرے خیال میں گرفتاریوں پر مظاهره کرنا نوان کو اپریشن کے اُصول کے خلاف تها ' اسلیے میں نے هڑتال اور جلوس یک قلم روکدیے - اس پر عوام کو شکایت هوئي ' تو میں نے یه جلسے منعقد کیے ' اور لوگوں کو صبر و تحمل کي نصیحت کرتے هوے سمجهایا که نان وایلنس نان کواپریشن کے اصول میں یه بات داخل هے که گرفتاروں پر صبر و سکون کے خلاف کوئي بات نه کي جاے - اگر فی الواقع ان گرفتاریوں کا تمہارے دل میں درد هے تو چاهیے که اصلي کام کرو' اور بیروني کپڑا ترک کرکے دیسي گاڑها پہن لو -

اِستغاثه نے جو نقل پیش کي هے ' وه نہایت ناقص ' غلط ' اور مسخ شده صورت هے ' اور محض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معني جملوں کا مجموعه هے ' جیسا که اسکے پڑهنے سے هر شخص سمجهه لے سکتا هے - تاهم میں اسکے غلط اور بے ربط جملوں کو چهوڑ کر (کیونکه اسکے اعتراف سے میرا ادبي درق اِبا کرتا هے) باقي وه تمام حصه تسلیم کرلیتا هوں جسمیں گورنمنٹ کي نسبت خیالات کا اظهار هے ' یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جهد کي اپیل کي گئي هے -

اِستغاثه کي جانب سے صرف تقریریں پیش کردي گئي هیں - یه نہیں بتلایا هے که انکے کن جملوں کو وه ثبوت میں پیش کرنا چاهتا هے ؟ یا اسکے خیال میں " مائي ڈیر برادرن " سے لیکر آخر تک سب ۱۲۴ - الف هے ؟ میں نے بهي دریافت نہیں کیا - کیونکه دونوں صورتیں میرے لیے یکساں هیں - تاهم ان نقول کو دیکهتا هوں تو اِستغاثه کے خیال کے مطابق زیاده سے زیاده قابل ذکر جملے حسب ذیل هیں :

قانون شکني جائز هے - حتی کہ اس بات کی بھي تحقیق ضروري نہیں کہ جس انسان کے ملزم هونے کا دعوی کیا گیا هے' کٹھرے کا ملزم وهی آدمی هے بھی یا نہیں ؟ ابھی اِسی هفته جوڑا بگان کی عدالت سے ایک شخص "عبد الرحمن هاشم" کو اس پرزور قانوني اور منطقی ثبوت پر چھه ماہ کی سزا دیدیگئی هے کہ "اعظم هاشم" نامي ایک خلافت والنٹیر دنیا میں وجود رکھتا هے' اور دونوں کے نام میں لفظ "هاشم" مشترک هے ! خود میرے مقدمه میں جو صریح بے ضابطگیاں کی گئی هیں' انکا ذکر لا حاصل سمجھکر نہیں کرنا چاهتا' ورنہ وهی اس حقیقت کے انکشاف کیلیے کافي تھیں - مثال کے طور پر صرف ایک واقعه کا ذکر کرونگا جو بے قاعدگي اور غلط بیاني' دونوں کا مجموعه هے - مجھے دفعه ۱۷ - ترمیم ضابطۂ فوجداري سے بري کردیا گیا اور ۱۲۴ - الف کے ماتحت وارنٹ حاصل کیا گیا - قاعدہ کي رو سے رهائي اور از سرنو گرفتاري' دونوں باتیں وقوع میں آني چاهیے تھیں - لیکن یہ واقعه هے کہ ۱۲۴ - کا کوئي وارنٹ مجھپر تعمیل نہیں کیا گیا - حتی کہ ۹ - جنوري تک مجھے اسکا علم بھی نہیں هوا - لیکن میرے سامنے مسٹر گولڈي ڈپٹي کمشنر پولیس نے یہ حلفیه شہادت دي هے کہ اس نے پریسیڈنسي جیل میں مجھپر وارنٹ سرو کیا هے !

یہ سچ هے کہ نان کو اپریٹر کسي طرح کا ڈیفنس نہیں کرتے' لیکن میں سمجھتا هوں کہ یہ کوئي اچھي بات نہیں هے کہ آدمي اپنے تمام کپڑے اُتار ڈالے - اسلیے کہ شریف آدمي آنکھیں بند کرلینگے - شریف آدمیوں نے تو سچ مچ آنکھیں بند کرلي هیں' لیکن دنیا کی آنکھیں بند نہیں هیں !

(قانـــون کا ڈرامـــا !)

في الحقیقت "لا" اور "آرڈر" کا ایک ڈراما کھیلا جا رہا هے جسے هم کامیڈي اور ٹریجڈي' دونوں کہہ سکتے هیں -

وہ تماشه کی طرح مضحک بھي هے اور مقتل کی طرح درد انگیز بھی - لیکن میں ٹریجڈي کہنا زیادہ پسند کرونگا - حسن اتفاق سے اسکا چیف ایکٹر انگلستان کا سابق چیف جسٹس هے !

" اگر تم صرف چند گھڑیوں کیلیے گورنمنٹ کو حیران کرنا چاھتے ھو' تو اُسکے لیے میرے پاس بہت سے نسخے ھیں - اگر خدا نخواستہ میں اِس گورنمنٹ کا اِستحکام چاھتا ' تو وہ نسخے بتلادیتا . . . . (لیکن) میں تو ایسي جنگ چاھتا ھوں (جو) ایک ھي دن میں ختم نہ ھو جاے ' بلکہ فیصلہ کے آخري دن تک (جاري رھے) اور جب فیصلہ کي گھڑي آجائے' تو پھر یا تو یہ گورنمنٹ باقي نہ رھے ' یا تیس کروڑ (انسان) باقی نہ رھیں "

جو الفاظ بریکٹ کے اندر ھیں ' وہ تقریر کي پیش کردہ کاپیوں میں نہیں ھیں لیکن عبارت کے با معني ھونے کیلیے ضروري ھیں - میں نے اسلیے تصحیح کردي کہ پراسیکیوشن کو استدلال میں مدد ملے - اگر اسکے مقصد کیلیے پوري تقریر کي تصحیح و تکمیل ضروري ھو' تو میں اسي طرح کردینے کیلیے تیار ھوں -

ان کے علاوہ دونوں تقریروں میں لوگوں کو نان کو اپریشن کي دعوت دي ھے' مطالبات خلافت اور سوراج کو دھرایا ھے ' پنجاب کے مظالم کو وحشیانہ کہا ھے ' لوگوں کو بتلایا ھے کہ جو گورنمنٹ جلیانوالا باغ امرتسر میں چند منٹوں کے اندر سینکڑوں انسانوں کو قتل کرڈالے اور اسکو جائز فعل بتلاے' اس سے نا انصافي کي کوئي بات بھي بعید نہیں -

(اقــرار)

(۶) میں اقرار کرتا ھوں کہ میں نے نہ صرف انھي دو موقعوں پر بلکہ گذشتہ دو سال کے اندر اپني بے شمار تقریروں میں یہ ' اور اسي مطلب کے لیے اس سے زیادہ واضح اور قطعي جملے کہے ھیں - ایسا کہنا میرے اعتقاد میں میرا فرض ھے - میں فرض کي تعمیل سے اسلیے باز نہیں رھسکتا کہ وہ ۱۲۴ - الف - کا جرم قرار دیا جائیگا - میں اب بھي ایسا ھي کہنا چاھتا ھوں ' اور جب تک بول سکتا ھوں ' ایسا ھي کہتا رھونگا - اگر میں ایسا نہ کہوں تو اپنے آپ کو خدا اور اسکے بندوں کے آگے بدترین گناہ کا مرتکب سمجھوں -

" ایسی گورنمنٹ ظالم ہے - جوگورنمنٹ ناانصافی کے ساتھہ قائم ہو' ایسی گورنمنٹ کو نا انصاف کے آگے جھکنا چاھیے یا دنیا سے متا دینا چاھیے "

" اگر فی الحقیقت تمہارے دلوں میں اپنے گرفتار بھائیوں کا درد ہے' تو تم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ آج سونچ لے - کیا وہ اس بات کیلیے راضی ہے کہ جس جابرانہ قوت نے انہیں گرفتار کیا ہے' وہ اس براعظم میں اُسی طرح قائم رہے جس طرح اُن کی گرفتاری کے وقت تھی ؟ "

" اگر تم ملک کو آزاد کرانا چاھتے ہو' تو اسکا راستہ یہ ہے کہ جن چالاک دشمنوں کے پاس خونریزی کا بے شمار سامان موجود ہے' اُنہیں رائی برابر بھی اُسکے استعمال کا موقعہ نہ دو - اور کامل امن و برداشت کے ساتھہ کام کرو . . . . بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب تقریروں میں کوئی ایسی بات کہی جاتی ہے تو اُس سے مقرر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنے بچاؤ کا سامان کرلے' ورنہ اُسکی دلی خواہش یہ نہیں ہوتی - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جو لوگ آج تمہارے لیے کام کر رہے ہیں' تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ ماننے کیلیے طیار نہ ہوگا کہ وہ جیل جانے یا نظربند ہونے سے ڈرتے ہیں - (پس) اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ امن و نظم کے ساتھہ کام کرنا چاھیے' تو انکا مطلب یہ نہیں (ہوسکتا) کہ اس ظالمانہ گورنمنٹ (کے ساتھہ) وفاداری کرنی چاھتے ہیں - جو گورنمنٹ' اُسکی طاقت' اور (اُسکا) تخت آج دنیا میں سب سے بڑا گناہ ہے' یقیناً وہ اس گورنمنٹ کے وفادار نہیں ہوسکتے " اِسکے بعد میں نے کہا ہوگا' مگر کاپی میں نہیں ہے " وہ تو صرف اسلیے یہ کہتے ہیں کہ خود تمہاری کامیابی با امن رہنے پر موقوف ہے - تمہارے پاس وہ شیطانی ہتیار نہیں ہیں' جن سے یہ گورنمنٹ مسلح ہے - تمہارے پاس صرف ایمان ہے' دل ہے' قربانی کی طاقت ہے - تم اِنہی طاقتوں سے (اصل میں " ہتیاروں سے " ہوگا) کام لو - اگر تم چاھو کہ اسلحہ کے ذریعہ فتح کرو' تو تم نہیں کرسکتے - آج امن و سکون سے بڑھکر (تمہارے لیے) کوئی چیز نہیں " -

محکوم بنائے - محکومي اور غلامي کيليے کيسے هي خوشنما نام کيوں نه رکهه ليے جائيں' ليکن وه غلامي هي هے ' اور خدا کي مرضي اور اسکے قانون کے خلاف هے - پس ميں موجوده گورنمنٹ کو جائز حکومت تسليم نهيں کرتا' اور اپنا ملکي' مذهبي' اور انساني فرض سمجهتا هوں که اس کي محکومي سے ملک وقوم کونجات دلاؤں -

" اصطلاحات " اور " بتدريج توسيع اختيارات" کا مشهور مغالطه ميرے اس صاف اور قطعي اعتقاد ميں کوئي غلط فهمي پيدا نهيں کرسکتا - آزادي انسان کا پيدائشي حق هے ' اور کسي انسان کو اختيار نهيں که حقوق کي ادايگي ميں حد بندي اور تقسيم کرے يه کهنا که کسي قوم کو اسکي آزادي بتدريج ملني چاهيے ' بعينه ايسي هي هے جيسے کها جاے که مالک کو اسکي جائداد اور قرضدار کو اسکا قرض ٹکڑے ٹکڑے کرکے دينا چاهيے - ميں تسليم کرتا هوں که اگر مقروض سے ايک هي دفعه قرض واپس نه ملسکے تو قرضدار کو بهي کرنا پڑيگا که قسط کي صورت ميں وصول کرے - ليکن يه ايک مجبوري کا سمجهوتا هوگا - اس سے به يک دفعه وصولي کا حق زائل نهيں هو جاسکتا -

" رفارم" کي نسبت ميں روس کے عظيم الشان ليو ٹالسٹائي (Leo Talstoy) کے لفظوں ميں کهونگا " اگر قيديوں کو اپنے ووٹ سے اپنا جيلر منتخب کرلينے کا اختيار ملجاے ' تو اس سے وه آزاد نهيں هو جائينگے "

ميرے ليے اسکے اچهے برے کاموں کا سوال ايک ثانوي سوال هے - پهلا سوال خود اسکے وجود کا هے - ميں ايسے حاکمانه اقتدار کو به اعتبار اسکي خلقت هي کے ناجائز يقين کرتا هوں - اگر وه تمام نا انصافياں ظهور ميں نه آتيں جو اس کثرت سے واقع هوچکي هيں ' جب بهي ميرے اعتقاد ميں وه ظلم تها - کيونکه اسکي هستي هي سب سے بڑي نا انصافي هے ' اور اسکي برائي کيليے اسقدر کافي هے که وه موجود هو - اگر وه اچهے کام کرے' تو اسکي اچهائي تسليم کرلي جائيگي' ليکن اسکا وجود ناجائز اور نا انصافي هي رهيگا - اگر ايک شخص هماري جائداد پر قابض هوکر بهت اچهے اور نيک کام انجام دے' تو اسکے کاموں کي خوبي کي وجه سے اسکا قبضه جائز نهيں هو جاسکتا -

(موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے)

(۷) یقیناً میں نے کہا ہے " موجودہ گورنمنٹ ظالم ہے " لیکن اگر میں یہ نہ کہوں تو اور کیا کہوں ؟ میں نہیں جانتا کہ کیوں مجھسے یہ توقع کی جاے کہ ایک چیز کو اسکے اصلی نام سے نہ پکاروں ؟ میں سیاہ کو سفید کہنے سے انکار کرتا ہوں -

میں کم سے کم اور نرم سے نرم لفظ جو اس بارے میں بول سکتا ہوں یہی ہے- ایسی ملفوظ صداقت جو اس سے کم ہو ' میرے علم میں کوئی نہیں -

میں یقیناً یہ کہتا رہا ہوں کہ ہمارے فرض کے سامنے دو ہی راہیں ہیں: گورنمنٹ نا انصافی اور حق تلفی سے باز آجاے - اگر باز نہیں آسکتی تو مٹا دی جاے- میں نہیں جانتا کہ اسکے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے ؟ یہ تو انسانی عقائد کی اتنی پرانی سچائی ہے کہ صرف پہاڑ اور سمندر ہی اسکے ہم عمر کہے جاسکتے ہیں - جو چیز بری ہے ' اسے یا تو درست ہوجانا چاہیے ' یا مٹ جانا چاہیے - تیسری بات کیا ہوسکتی ہے ؟ جبکہ میں اس گورنمنٹ کی برائیوں پر یقین رکھتا ہوں ' تو یقیناً یہ دعا نہیں مانگ سکتا کہ درست بھی نہ ہو اور اسکی عمر بھی دراز ہو !

(میرا یہ اعتقاد کیوں ہے ؟)

(۸) میرا اور میرے کروروں ہم وطنوں کا ایسا اعتقاد کیوں ہے ؟

اسکے وجوہ و دلائل اب اسقدر آشکارا ہوچکے ہیں کہ ملٹن کے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے " سورج کے بعد دنیا کی ہر چیز سے زیادہ واضح اور محسوس " محسوسات کیلیے ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ انکار نہ کرو - تاہم میں کہنا چاہتا ہوں کہ میرا یہ اعتقاد اسلیے ہے کہ میں ہندوستانی ہوں ' اسلیے ہے کہ میں مسلمان ہوں ' اسلیے ہے کہ میں انسان ہوں -

(شخصی اقتدار بالذات ظلم ہے)

میرا اعتقاد ہے کہ آزاد رہنا ہر فرد اور قوم کا پیدائشی حق ہے - کوئی انسان یا انسانوں کی گڑھی ہوئی بیورو کریسی یہ حق نہیں رکھتی کہ خدا کے بندوں کو اپنا

انا خلقنا کم من ذکر و انثی ، و جعلنا کم شعوباً و قبائل لتعارفوا - ان اکرمکم عند الله اتقا کم ! (سورۂ حجرات)

(اسلام ایک جمہوری نظام ہے)

انسانی حقوق کا یہ وہ اعلان ہے جو انقلاب فرانس سے گیارہ سو برس پہلے ہوا - یہ صرف اعلان ہي نہ تھا ، بلکہ ایک عملي نظام تھا جو مشہور مورخ گبن کے لفظوں میں " اپني کوئي مثال نہیں رکھتا " - پیغمبر اسلام اور انکے جانشینوں کي حکومت ایک مکمل جمہوریت تھي ، اور صرف قوم کي راے ، نیابت ، اور انتخاب سے اسکي بناوٹ ہوتي تھي - یہي وجہ ہے کہ اسلام کي اصطلاح میں جیسے جامع اور عمدہ الفاظ اس مقصد کیلیے موجود ہیں ، شاید ہي دنیا کي کسي زبان میں پاے جائیں - اسلام نے " پادشاہ " کے اقتدار اور شخصیت سے انکار کیا ہے ، اور صرف ایک رئیس جمہوریۃ (پریسیڈنٹ اف ري پبلک) کا عہدہ قرار دیا ہے - لیکن اُسکے لیے بھي " خلیفہ " کا لقب تجویز کیا جسکے لغوي معني نیابت کے ہیں - گویا اُسکا اقتدار محض نیابت ہے - اِس سے زیادہ کوئي اختیار نہیں رکھتا - اسي طرح قرآن نے نظام حکومت کیلیے " شوری " کا لفظ استعمال کیا : و امرھم شوری بینھم - چنانچہ ایک پوري سورت اسي نام سے قرآن میں موجود ہے - " شوری " کے معني باہم مشورہ کے ہیں - یعنی جو کام کیا جاے ، جماعت کے باہم راے اور مشورہ سے کیا جاے - شخصي راے اور حکم سے نہو - اس سے زیادہ صحیح نام جمہوري نظام کیلیے کیا ہوسکتا ہے ؟

(قومي اور مسلم بیوروکریسي بھی ظلم ہے)

جب اسلام مسلمانوں کا یہ فرض قرار دیتا ہے کہ وہ ایسي اسلامي حکومت کو بھي منصفانہ تسلیم نہ کریں ، جو قوم کي راے اور انتخاب سے نہ ہو ، تو پھر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کیلیے ایک اجنبي بیوروکریسي کیا حکم رکھتي ہے ؟ اگر آج ہندوستان میں ایک خالص اسلامي حکومت قائم ہو جاے مگر اسکا نظام بھی شخصي ہو ، یا چند حاکموں کي بیوروکریسي ہو ، تو بہ حیثیت مسلمان ہونے کے اُسوقت بھي

برائي میں کم و کیفیت کے اعتبار سے تقسیم کي جاسکتي ہے ' لیکن حسن و قبح کے اعتبار سے اُسکي ایک ھي قسم ہے - یعنے اس اعتبار سے تقسیم ہوسکتي ہے کہ وہ کتني ہے اور کیسي ہے ؟ اس اعتبار سے نہیں ہوسکتي کہ وہ اچھي ہے یا بري ہے ؟ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ " زیادہ بري چوري " اور " کم بري چوري " لیکن یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ " اچھي چوري " اور " بري چوري " ؟ پس میں بیوروکریسی کي اچھائي اور جائز ہونے کا کسي حال میں بھي تصور نہیں کرسکتا - کیونکہ وہ فی نفسہ ایک ناجائز عمل ہے - البتہ اسکي برائي کم اور زیادہ ہوسکتي ہے - لیکن ہندوستان کي بیوروکریسي تو اتنا بھي نہ کرسکي کہ اپني خلقي برائي ھي پر قانع رہتي - جب اُسکی خلقي برائي پر اُسکي بے شمار عملي برائیوں کا بھي برابر اضافہ ہورہا ہے ' تو پھر کیونکر اِسکا تصور بھي کیا جاسکتا ہے کہ اسکے ظلم کا اعلان نہ کیا جاے ؟

(اسـلام اور بیـوروکریسـي)

(۹) میں مسلمان ہوں' اور بحیثیت مسلمان ہونے کے بھي میرا مذہبي فرض یہي ہے -

اسلام کسي ایسے اقتدار کو جائز تسلیم نہیں کرتا جو شخصي ہو' یا چند تنخواہ دار حاکموں کي بیوروکریسي ہو - وہ آزادي اور جمہوریت کا ایک مکمل نظام ہے' جو نوع انساني کو اسکي چھینی ہوئي آزادي واپس دلانے کیلیے آیا تھا - یہ آزادي بادشاہوں ' اجنبي حکومتوں ' خود غرض مذہبي پیشواؤں ' اور سوسایٹي کي طاقتور جماعتوں نے غصب کر رکھي تھي - وہ سمجھتے تھے کہ حق طاقت اور قبضہ ہے - لیکن اسلام نے ظاہر ہوتے ھي اعلان کیا کہ حق طاقت نہیں ہے بلکہ خود حق ہے' اور خدا کے سوا کسي انسان کو سزاوار نہیں کہ بندگان خدا کو اپنا محکوم اور غلام بناے ۔ اُس نے اِمتیاز اور بالا دستي کے تمام قومي اور نسلي مراتب یکقلم مٹادیے' اور دنیا کو بتلادیا کہ سب انسان درجے میں برابر ہیں' اور سب کے حقوق مساوي ہیں - نسل ' قومیت ' رنگ ' معیار فضیلت نہیں ہے ' بلکہ صرف عمل ہے - اور سب سے بڑا وھي ہے' جسکے کام سب سے اچھے ہوں : یا ایہا الناس !

اور " دو اور دو " کو اسلیے " چار " نہ کہا جاے کہ ایسا کہنے سے انسانی جسم مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے ' تو پھر سچائی اور حقیقت ہمیشہ کیلیے خطرہ میں پڑجائے ' اور حق کے اُبھرنے اور قائم رھنے کي کوئي راہ باقي نہ رھے - حقیقت کا قانون نہ تو طاقت کي تصدیق کا محتاج ھے نہ اسلیے بدل جاسکتا ھے کہ ھمارے جسم پر کیا گزرتي ھے ؟ وہ تو حقیقت ھے - اور اُسوقت بھي حقیقت ھے جب اُسکے اعلان سے ھمیں پھولوں کي سیج ملے ' اور اُسوقت بھي حقیقت ھے جب اُسکے اظہار سے ھمارا جسم آگ کے شعلوں کے اندر جھونک دیا جاے - صرف اسلیے کہ ھمیں قید کردیا جائیگا ' آگ میں ٹھنڈک اور برف میں گرمي نہیں پیدا ھو جاسکتی !

(شہادۃ علی الناس)

یہي وجہ ھے کہ اسلام کي کتاب شریعت (قرآن) میں مسلمانوں کو بتلایا گیا ھے کہ وہ خدا کي زمین میں " شاھد " ھیں - یعنی سچائي کي گواھي دینے والے ھیں - بہ حیثیت ایک قوم کے یہي اُنکا قومي وظیفہ (نیشنل ڈیوٹي) ھے' اور یہي اُنکی قومي خصلت (نیشنل کیرکٹر) ھے جو اُنکو تمام پچھلي اور آئندہ قوموں میں ممتاز کرتي ھے : وکذلك جعلنا کم اُمۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ! اسي طرح پیغمبر اسلام نے فرمایا - " انتم شھداء اللہ فی الارض " (بخاري) تم خدا کي زمین پر خدا کے طرف سے سچائي کے گواہ ھو - پس ایک مسلمان جب تک مسلمان ھے ' اس گواھي کے اعلان سے باز نہیں رھسکتا -

(کتمان شہادت)

اگر وہ باز رھے ' تو یہ قرآن کی اصطلاح میں " کتمان شہادت " ھے - یعنی گواھي کو چھپانا - قرآن نے ایسا کرنے والوں کو خدا کي پھٹکار کا سزاوار بتلایا ھے - اور بار بار کہا ھے کہ اسي کتمان شہادت کي وجہ سے دنیا کي بڑي بڑي قومیں برباد و ھلاک ھوگئیں : ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدی من بعد ما بینہ للناس فی الکتاب ' اولائك یلعنھم اللہ و یلعنھم اللاعنون - (بقرہ) لعن الذین کفروا من

میرا فرض یہي هوگا که اُسکو ظلم کہوں ' اور تبدیلي کا مطالبه کروں - اسلام کے علماء حق نے همیشه جابر مسلمان پادشاهوں کے خلاف ایساهي اعلان و مطالبه کیا هے -

میں تسلیم کرتا هوں که یه نظام بعد کو قائم نه رهسکا - مشرقي رومي حکومت اور ایراني شهنشاهي کے پر شوکت افسانوں نے مسلمان حکمرانوں کو گمراه کردیا - اسلامي خلیفه کي جگه ' جو بسا اوقات پھٹے پرانے کپڑوں میں ایک عام فرد کي طرح ملبوس هوتا تھا ' انہوں نے قیصر و کسری بننے کو ترجیح دي - تاهم تاریخ اسلام کا کوئي عهد بھي ایسے مسلمانوں سے خالي نہیں رها هے ' جنہوں نے علانیه حکام وقت کے استبداد و شخصیت کے خلاف احتجاج نه کیا هو ' اور ان تمام تکلیفوں کو خوشي خوشي جھیل نه لیا هو جو اس راه میں پیش آئی هیں -

(مسلمانوں کا قومي وظیفه)

ایک مسلمان سے یه توقع رکھني که وه حق کا اعلان نه کرے اور ظلم کو ظلم نه کہے ' بالکل ایسي هي بات هے ' جیسے نه کہا جاے که وه اسلامي زندگي سے دست بردار هو جاے - اگر تم کسي آدمي سے اس مطالبه کا حق نہیں رکھتے که وه اپنا مذهب چھوڑ دے ' تو یقیناً ایک مسلمان سے یه مطالبه بھي نہیں کرسکتے که وه ظلم کو ظلم نه کہے - کیونکه دونوں باتوں کا مطلب ایک هي هے -

یه تو اسلامی زندگي کا وه عنصر هے ' جسکے الگ کردینے کے بعد اُسکي سب سے بڑي ما به الامتیاز خصوصیت معدوم هو جاتي هے - اسلام نے مسلمانوں کي قومیت کي بنیاد هي اس بات پر رکھي هے که وه دنیا میں سچائي اور حقیقت کے گواه هیں - ایک گواه کا فرض هوتا هے که جو کچھه جانتا هے بیان کرے - ٹھیک اُسي طرح هر مسلمان کا بھی وظیفه (ڈیوٹي) هے که جس سچائي کا اُسے علم و یقین دیا گیا هے ' همیشه اُسکا اعلان کرتا رهے ' اور اداء فرض کي راه میں کسي آزمائش اور مصیبت سے نه ڈرے - علي الخصوص جب ایسا هو که ظلم و جور کا دور دوره هوجائے ' اور جبر و تشدد کے ذریعه اعلان حق کو روکا جاے ' تو پھر یه فرض اور زیاده لازمي اور ناگزیر هو جاتا هے - کیونکه اگر طاقت کے ڈر سے لوگوں کا چپ هو جانا گوارا کرلیا جاے '

سے گورنمنٹ کی برائیاں دور کردیں - اسلیے ہم نے دوسرا درجہ اختیار کیا جسکی استطاعت حاصل ہے - یعنے زبان سے اسکا اعلان کرتے ہیں -

(ارکان اربـــعـــہ)

قرآن نے مسلمانوں کي اسلامي زندگي کي بنیاد چار باتوں پر رکھي ہے اور بتلایا ہے کہ ہر طرح کي انساني ترقي اور کامیابي انہي کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے : ایمان - عمل صالح - توصیۂ حق - توصیۂ صبر -

" توصیۂ حق " کے معني یہ ہیں کہ ہمیشہ حق اور سچائي کي ایک دوسرے کو وصیت کرنا - " توصیۂ صبر " کے معني یہ ہیں کہ ہر طرح کي مصیبتوں اور رکاوٹوں کو جھیل لینے کی وصیت کرنا - چونکہ حق کے اعلان کا لازمي نتیجہ یہ ہے کہ مصیبتیں پیش آئیں' اسلیے حق کے ساتھہ صبر کي وصیت بھي ضروري تھي' تاکہ مصیبتیں اور رکاوٹیں جھیل لینے کیلیے ہرحق گو طیار ہوجاے : والعصر' ان الانسـان لفي خسر' الا الذین آمنـوا ' و عملـوا الصالحات ' و تواصوا بالحـق و تواصوا بالصبر!

(اسلامي توحید اور امر بالمعروف)

اسلام کي بنیاد عقیدۂ " توحید " پر ہے - اور " توحید " کا ضد " شرک " ہے جس سے بیزاري اور نفرت ہر مسلمان کي فطرت میں داخل کي گئی ہے - توحید سے مقصود یہ ہے کہ خدا کو اسکي ذات اور صفات میں ایک ماننا - شرک کے معنی یہ ہیں کہ اسکي ذات اور صفتوں میں کسي دوسري ہستي کو شریک نہ کرنا - پس سچائي کے اظہار میں بے خوفي اور بے باکي ایک مسلمان زندگي کا مایۂ خمیر ہے - توحید مسلمانوں کو سکھلاتي ہے کہ ڈرنے اور جھکنے کي سزاوار صرف خدا ہي کي عظمت و جبروت ہے - اُسکے سوا کوئي نہیں جس سے ڈرنا چاہیے یا جسکے آگے جھکنا چاہیے - وہ یقین کرتے ہیں کہ خدا کے سوا کسي دوسري ہستی سے ڈرنا ' خدا کے ساتھہ اُسکو شریک کرنا اور اپنے دل کے خوف و اطاعت کا حقدار ماننا ہے - یہ بات توحید کے ساتھہ اکٹھی نہیں ہوسکتی -

بني اسرائيل علی لسان داؤد و عيسی ابن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون - كانوا لا يتناهون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون !

(امر بالمعروف و نهي عن المنكر)

اسي ليے اسلام کے واجبات و فرائض میں ایک اهم فرض " امر بالمعروف " اور " نهي عن المنكر " هے - یعنی نیکي کا حکم دینا اور برائي سے روکنا - قرآن نے عقیدۂ توحید کے بعد جن کاموں پر سب سے زیادہ زور دیا هے ' اُن میں سے ایک کام یه هے - قرآن نے بتلایا هے که مسلمانوں کی تمام قومي بڑائي کي بنیاد اسي کام پر هے - وہ سب سے بڑي اور اچھي قوم اسیلیے هیں که نیکي کا حکم دیتے هیں اور برائي کو روکتے هیں - اگر وہ ایسا نه کریں تو اپني ساري بڑائي کھودیں : كنتم خير امة اخرجت للناس : تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر -

قرآن سچے مسلمانوں کي پہچان یه بتلاتا هے : " وہ حق کے اعلان میں کسي سے نهیں ڈرتے - نه دنیا کی کوئي لالچ انپر غالب آسکتي هے ' نه کوئي خوف - وہ طمع بھي رکھتے هیں تو صرف خدا سے ' اور ڈرتے بھی هیں تو صرف خدا سے "

پیغمبر اسلام کے بے شمار قولوں میں سے جو اس بارے میں هیں ' ایک قول یه هے " نیکی کا اعلان کرو - برائی کو روکو - اگر نه کروگے تو ایسا هوگا که نهایت برے لوگ تم پر حاکم هو جائینگے ' اور خدا کا عذاب تمهیں گھیر لیگا - تم دعائیں مانگوگے که یه حاکم ٹل جائیں مگر قبول نه هوگی " (ترمذي و طبرانی عن حذیفه و عمر رض)

لیکن یه فرض کیونکر انجام دیا جاے ؟ تو اسلام نے تین مختلف حالتوں میں اسکے تین مختلف درجے بتلائے هیں - چنانچه پیغمبر اسلام نے فرمایا : " تم میں سے جو شخص برائی کی بات دیکھے تو چاهیے ' اپنے هاتھه سے درست کردے - اگر اسکی طاقت نه پاے تو زبان سے اعلان کرے - اگر اسکی بھی طاقت نه پاے تو اپنے دل میں اُسکو برا سمجھے - لیکن یه آخري درجه ایمان کی بڑي هی کمزوري کا درجه هے " (مسلم) هندوستان میں همیں یه استطاعت نهیں هے که اپنے هاتھه

دوسرا دور شخصي حکمرانی اور شہنشاهی کا هے جو خاندان بنو امیہ سے شروع هوا - اِس دور میں اسلامي جمہوریت درهم برهم هوگئی - قوم کے انتخاب کي جگہ طاقت و تسلط کا دور شروع هوگیا - شاهی خاندان سے طبقۂ امراء (ارسٹو کریٹ) کی بنیاد پڑي ' اور اسلام کے گلیم پوش خلیفہ کی جگہ شہنشاهیت کا تاج و تخت نمودار هوگیا -

تاهم مسلمانوں کی زبانیں جس طرح پہلے دور کی آزادي میں بے روک تہیں ' اُسی طرح دوسرے دور کے جبر و استبداد میں بهی بے خوف رهیں - میں بتلانا چاهتا هوں کہ تعزیرات هند (پینل کوڈ) کی طرح اسلامی قانون میں کوئی دفعہ ۱۲۴ - الف نہیں هے !

پہلے دور کے مسلمانوں کی حق گوئی کا یہ حال تہا کہ دار الخلافت کی ایک بڑهیا عورت خلیفۂ وقت سے بر سر عام کہہ سکتی تہی " اگر تم انصاف نہ کروگے تو تکلے کی طرح تمہارے بل نکالدینگے " لیکن وہ مقدمۂ بغاوت چلانے کي جگہ خدا کا شکر کرتا کہ قوم میں ایسي راست باز زبانیں موجود هیں ! عین جمعہ کے مجمع میں جب خلیفہ منبر پر خطبہ کیلیے کهڑا هوتا اور کہتا " اسمعوا و اطیعوا " سنو اور اطاعت کرو - تو ایک شخص کهڑا هو جاتا اور کہتا " نہ تو سنینگے اور نہ اطاعت کرینگے " کیوں ؟ " اسلیے کہ تمہارے جسم پر جو چغہ هے وہ تمہارے حصہ کے کپڑے سے زیادہ کا بنا هوا هے اور یہ خیانت هے " اسپر خلیفہ اپنے لڑکے سے گواهي دلاتا - وہ اعلان کرتا کہ میں نے اپنے حصہ کا کپڑا بهي اپنے باپ کو دیدیا تها - اس سے چغہ طیار هوا -

قوم کا یہ طرز عمل اُس خلیفہ کے ساتهہ تها ' جس کی صولت و سطوت نے مصر اور ایران کا تخت اُلٹ دیا تها - تاهم اسلامي حکومت میں کوئي دفعہ ۱۲۴ - الف نہ تهي -

دوسرا دور شخصي جبر و استبداد (Autocracy) کا تها ' جسکي پہلي ضرب آزادي راے اور آزادي تقریر هي پر پڑتي هے - لیکن اس دور میں بهي زبانوں کي بے باکي اور دلوں کي بے خوفي اُسي طرح سرگرم رهي ' اور قید خانے کي تاریک

اسي ليے اسلام تمامتر بے خوفي اور قرباني کی دعوت ھے - قرآن جا بجا کہتا ھے : " مسلمان وہ ھے جو خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے - ھر حال میں سچي بات کہے " (ولم یخش الا اللہ) پیغمبر اسلام نے فرمایا " سب سے بہتر موت اُس آدمی کی موت ھے جو کسی ظالم حکومت کے سامنے حق کا اظہار کرے اور اسکی پاداش میں قتل کیا جاے " (ابوداؤد) وہ جب کسی آدمی سے اسلام کا عہد و قرار لیتے تھے تو ایک اقرار یہ ھوتا تھا " میں ھمیشہ حق کا اعلان کرونگا - خواہ کہیں ھوں، اور کسی حالت میں ھوں " (بخاري و مسلم)

اسی کا نتیجہ ھے کہ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں حق گوئی اور حق گوئی کیلیے قربانی کی ایسی مثالیں نہیں ملسکتیں، جنسے تاریخ اسلام کا ھر باب معمور ھے - اسلام کے عالموں، پیشواؤں، بزرگوں، مصنفوں کے تراجم (Baiography) تمام تر اسی قربانی کی سرگذشت ھیں !

جن مسلمانوں کے مذھبی فرائض میں یہ بات داخل ھے کہ موت قبول کرلیں مگر حق گوئی سے باز نہ آئیں، انکے لیے دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ یقینا کوئی بڑي ڈراؤنی چیز نہیں ھوسکتا جسکي زیادہ سے زیادہ سزا سات برس کی قید ھے !

(اسلام میں کوئي دفعہ ۱۲۴ - نہیں)

تاریخ اسلام کے دو دور ھیں - پہلا دور پیغمبر اسلام اور اُنکے چار جانشینوں کا ھے - یہ دور خالص اور کامل طور پر اسلامي نظام کا تھا - یعنی اسلامي جمہوریت (ری پبلک) اپني اصلی صورت میں قائم تھي - ایراني شہنشاھی اور رومی امارت (Aristocracy) کا کوئی اثر ابھی اسلامی مساوات عامہ (Democracy) پر نہیں پڑا تھا - اسلامي جمہوریت کا خلیفہ خود بھی طبقۂ عوام (ڈیموکریٹ) کا ایک فرد ھوتا تھا، اور ایک عام فرد قوم کی طرح زندگی بسر کرتا تھا - وہ دار الخلافت کے ایک خس پوش چھپر میں رھتا اور چار چار پیوند لگے ھوے کپڑے پہنتا - اسلام کے دار الخلافت میں امریکن ري پبلک کا کوئی قصر سفید (وھائٹ ھاؤس) نہ تھا -

سعید بن مسیب بہت بڑے تابعی تھے - وہ علانیہ برسر بازار حکام کے ظلم و جور کا اعلان کرتے اور کہتے "کتوں کا پیٹ بھرتے ہو مگر انسانوں کو تم سے امان نہیں"

اس عہد کے بعد بھی مسلمان عالموں اور پیشواؤں کی حق گوئی کا یہی عالم رہا - منصور عباسی کے خوف و ہیبت سے گھر میں بیٹھے ہوے لوگ کانپا کرتے تھے - سفیان ثوری سے ایک بار اُس نے کہا " مجھسے اپنی کوئی حاجت بیان کیجیے " انہوں نے جواب دیا " اتق اللہ فقد ملات الارض ظلماً و جوراً " خدا سے ڈر - زمین ظلم و جور سے بھرگئی ہے -

جب مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید تخت نشین ہوا (جس نے فرانس کے شارلیمین کو ایک عجیب گھڑی بطور تحفہ کے بھیجی تھی ' اور قیصر روم کو بقول گبن " اے کتے کے بچے " کے لقب سے خط لکھا تھا) تو اُس نے اِنہی سفیان ثوری کو اپنے ہاتھہ سے اشتیاق ملاقات کا خط لکھکر بھیجا - خط میں لکھا تھا کہ میں نے تخت نشینی کی خوشی میں بے شمار مال و دولت لوگوں میں تقسیم کی ہے - تم بھی مجھسے آکر ملو - سفیان کوفہ کی مسجد میں ایک بڑے مجمع کے اندر بیٹھے تھے کہ یہ خط پہنچا - لیکن انہوں نے لینے سے انکار کردیا اور کہا " جس چیز کو ایک ظالم کے ہاتھہ نے چھوا ہے ' میں اُسے چھونا نہیں چاہتا " جب پڑھکر سنایا گیا تو اسی کی پشت پر جواب لکھوادیا " خدا کے مغرور بندے ہارون کو جسکا ذوق ایمان سلب ہوچکا ہے ' معلوم ہو - تو نے قوم کا مال بلا کسی حق کے اپنی تخت نشینی کی خوشی میں لٹایا ! اسکا حال لکھکر اپنے گناہ پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو بھی گواہ ٹھہرایا - پس ہم سب کل کو اللہ کے آگے اسکی گواہی دینگے - اے ہارون ! تو نے انصاف و حق سے کنارہ کیا - تو نے پسند کیا کہ ظالم بنے اور ظالموں کی سرداری پائے - تیرے حاکم بندگان خدا کو ظلم و جور سے پامال کررہے ہیں اور تو تخت شاہی پر عیش و عشرت کررہا ہے " ہارون نے جب یہ خط پڑھا تو بے اختیار رونے لگا اور کہا - یہ خط ہمیشہ میرے ساتھہ رہیگا !

کوٹھریاں ' تازیانوں کی ضرب ' اور جلاد کی تیغ بھی انہیں روک نہ سکی - پیغمبر اسلام کے ساتھی (صحابۂ کرام) جب تک زندہ رہے ' وقت کے جابر پادشاہوں کے ظلم کا اعلان کرتے رہے ' اور برابر مطالبہ کرتے رہے کہ حکومت قوم کے مشورہ او انتخاب سے ہونی چاہیے - جو لوگ ایک زبردست جماعہ نے (تابعین) انکا اعلان بھی بعینہ یہی رہا کہ " دریت ہو جاؤ تا مت جاؤ " امام محمد غزالی نے (جنکو یورپ کے مورخین فلسفہ بھی Algazel کے نام سے پہچانتے ہیں ' اور اب میڈم کاریلی کے ناول Ardath کے دوسرے باب نے انگریزی علم ادب کو بھی روشناس کردیا ہے) صرف ان صحابہ اور تابعین کا ذکر کیا ہے جو خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے زمانے تک موجود تھے ' اور جنہوں نے حکمرانوں کے مظالم کا اعلان کرکے ہمیشہ منصفانہ اور نیابتی گورنمنٹ کا مطالبہ کیا تھا - انکی تعداد ۲۳ - سے بھی زیادہ ہے -

ہشام بن عبد الملک نے طاؤس یمانی کو بلایا - وہ آئے ' مگر اسکا نام لیکر سلام کیا " امیرالمومنین " یعنی قوم کا سردار نہ کہا جو مسلمان خلفاء کا لقب تھا - ہشام نے سبب پوچھا تو کہا " قوم تیری حکومت سے راضی نہیں ' اسلیے تجھے انکا امیر کہنا جھوٹ ہے " ہشام نے کہا - نصیحت کیجیے - فرمایا " خدا سے ڈر ' کیونکہ تیرے ظلم سے زمین بھر گئی "

مالک بن دینار بصرہ کی جامع مسجد میں اعلان کرتے " ان ظالم پادشاہونکو خدا نے اپنے بندوں کا چرواہا بنایا تھا تاکہ انکی رکھوالی کریں - پر انہوں نے بکریوں کا گوشت کھا لیا - بالوں کا کپڑا بن کر پہن لیا - اور صرف ہڈیاں چھوڑ دیں "

سلیمان بن عبد الملک جیسے ہیبت ناک خلیفہ سے ابو حازم کہتے :
" ان آباءک قهروا الناس بالسیف ' و اخذوا الملک عنوة من غیر مشورة من المسلمین ولا رضا منهم " تیرے باپ دادوں نے تلوار کے زور سے لوگوں کو مقہور کیا ' اور بلا قوم کی راے اور انتخاب کے مالک بن بیٹھے - سلیمان نے کہا - اب کیا کیا جاے ؟ جواب دیا " جن کا حق ہے انہیں لوٹا دے " کہا - میرے لیے دعا کیجیے - فرمایا " خدایا ! اگر سلیمان حق پر چلے تو اسے مہلت دے - لیکن اگر ظلم سے باز نہ آے تو پھر تو ہے اور اسکی گردن "

سفاکوں کے زمانے میں بھي وہ مسلمان موجود رہے جنکي زبانیں اعلان حق میں اُنکي تلواروں سے بھي زیادہ تیز تھیں - شیخ سعدي شیرازي نے (جنکي " گلستاں " کا نام اس کورٹ نے بھي سنا ہوگا) ہلاکو خاں کے منھہ پر اُسے ظالم کہا - شمس الدین تیاري نے منکو خاں کے دربار میں اسکي ہلاکت کي دعا مانگي - شیخ الاسلام احمد ابن تیمیه نے ابا قا آن پر بر سر دربار لعنت بھیجي - تاتاریوں کے پاس بے دریغ قتل کردینے کا قانون تھا - تاہم " تورۂ چنگیز خاني " (قوانین چنگیز خاں) میں کوئي دفعہ ۱۲۴ - الف نہ تھي !

(" حجاج " اور " ریڈنگ ")

ہم مسلمانوں کا جب اپني قومي گورنمنٹوں کے ساتھہ (جنکي اطاعت از روے شرع ہم پر واجب ہے) ایسا سلوک رہا ہے ' تو پھر ایک اجنبي گورنمنٹ کے کارندے ہم سے کیا امید رکھتے ہیں ؟ کیا ہندوستان کي " از روے قانون قائم شدہ " گورنمنٹ ہمارے لیے اُس گورنمنٹ سے بھي زیادہ محترم ہے جو " از روے شریعت اسلام " واجب الاطاعت ہے ؟ کیا انگلستان کي پادشاہت اور لارڈ ریڈنگ کي نیابت عبد الملک کي خلافت اور حجاج بن یوسف کي نیابت سے بھي ہمارے لیے زیادہ مقتدر ہوسکتي ہے ؟ اگر ہم " اجنبي و غیر مسلم " اور " قومي و مسلم " کا عظیم الشان اور شرعي فرق بالکل نظر انداز کردیں ' جب بھي ہم سے صرف یہي امید کي جاسکتي ہے کہ جو کچھہ حجاج بن یوسف اور خالد قسري کي گورنمنٹوں کیلیے کہہ چکے ہیں' وہي " چمسفورڈ " اور " ریڈنگ " کي گورنمنٹوں کیلیے بھی کہیں - ہم نے اُنسے کہا تھا " اتق الله فقد ملاءت الارض ظلما و جورا " خدا سے ڈرو کیونکہ تمھارے ظلم سے زمین بھرگئي ہے ! یہي ہم آج بھي کہتے ہیں !

حقیقت یہ ہے کہ ہم اپني کمزوري اور بے بسي کي وجہ سے آج ہندوستان میں جو کچھہ کر رہے ہیں ' وہ در اصل قومي حکمرانوں کے ظلم و جور کیلیے ہمیں بتلایا گیا تھا ' نہ کہ ایک اجنبي قبضۂ و تصرف کے مقابلے میں - اگر برٹش گورنمنٹ کے ارکان اس حقیقت کو سمجھتے تو انھیں تسلیم کرنا پڑتا کہ مسلمانوں کے تمام اور

مسلمان عالموں اور اماموں پر موقوف نہیں' اس عہد کا ہر عام فرد بھي اس اعلان میں بالکل بے خوف تھا - منصور عباسي ایک دن کعبه کا طواف کررھا تھا - آواز آئي که کوئی شخص دعا مانگ رہا ہے " خدایا ! میں تیرے آگے فریاد کرتا ہوں - ظلم غالب آگیا ہے اور حق اور حقداروں کے درمیان روک بنگیا ہے " منصور نے اُس شخص کو بلاکر پوچھا " وہ کون ہے جسکا ظلم روک بنگیا ہے ؟ " کہا " تیرا وجود اور تیري حکومت "

حجاج بن یوسف کا ظلم و ستم تاریخ اسلام کا نہایت مشہور واقعہ ہے - لیکن اسکي بے پناہ تلوار بھي مسلمانوں کي حق گوئي پر غالب نہ آسکي - حطیط جب گرفتار ھوکر آیا تو پوچھا - اب میرے لیے کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا " تو خدا کي زمین پر اسکا سب سے بڑا دشمن ہے " پوچھا - خلیفه کیلیے کیا کہتے ہو؟ کہا " اسکا جرم تجھسے بھي زیادہ ہے - تیرا ظلم تو اسکے بے شمار ظلموں میں سے صرف ایک ظلم ہے "

مامون الرشید کے عہد میں ایسے مسلمان موجود تھے جو پکار پکارکر برسر دربار کہتے " یا ظالم ! انا ظالم ان لم اقل لك یا ظالم ! " اے ظالم ! میں ظالم ہوں اگر تجھے ظالم کہکر نہ پکاروں ! "

(فتنۂ تاتار اور فتنۂ یورب)

یہ تو تاریخ اسلام کے ابتدائي اوراق ھیں' لیکن اس عہد کے بعد بھي ہر دور کا یہي حال رہا - مسلمانوں کیلیے موجودہ عہد کا عالمگیر فتنه کوئي پہلا واقعه نہیں ہے - وہ ایک ایسے ھي سیلاب میں ڈوب کر اُچھل چکے ھیں - جس طرح آج یورپ اور علی الخصوص انگلستان کے ظہور اور تسلط سے تمام ایشیا اور اسلامي ممالک کي آزادي کا خاتمه ہوگیا ہے - ٹھیک اسي طرح پندرھویں صدي مسیحي میں بھي تاتاریوں کے وحشیانه تسلط سے ظہور میں آیا تھا - یورپ کے فتنه کا آخري نتیجه عثماني خلافت کي پامالي اور ایشیاء کوچک کا قتل عام ہے - تاتاري فتنه کي آخري وحشت ناکي عباسي خلافت کا خاتمه اور بغداد کا قتل عام تھا - تاتاري انسان نہیں تھے' درندے تھے - تاہم ہلاکو خاں' منکو خاں' اباقا آن خاں جیسے

(انقلاب حال !)

میں سچ کہتا ہوں - مجھے اسکی رائی برابر بھی شکایت نہیں کہ سزا دلانے کیلیے مجھہ پر مقدمہ چلایا گیا ہے - یہ بات تو بہرحال ہونی ہی تھی - لیکن حالات کا یہ انقلاب میرے لیے بڑا ہی درد انگیز ہے کہ ایک مسلمان سے کتمان شہادت کی توقع کی جاتی ہے ' اور کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم کو صرف اسلیے ظلم نہ کہے کہ دفعہ ۱۲۴ - الف کا مقدمہ چلایا جائیگا !

مسلمانوں کو حق گوئی کا جو نمونہ انکی قومی تاریخ دکھلاتی ہے' وہ تو یہ ہے کہ ایک جابر حکمران کے سامنے ایک بے پروا انسان کھڑا ہے - اسپر الزام یہی ہے کہ اس نے حکمراں کے ظلم کا اعلان کیا - اِسکی پاداش میں اُسکا ایک ایک عضو کاٹا جا رہا ہے - لیکن جب تک زبان نہیں کٹ جاتی' وہ یہی اعلان کرتی رہتی ہے کہ حکمراں ظالم ہے ! یہ واقعہ خلیفۂ عبد الملک کے زمانے کا ہے جسکی حکومت افریقہ سے سندھہ تک پھیلی ہوئی تھی - تم دفعہ ۱۲۴ - الف کو اس سزا کے ساتھہ تول لے سکتے ہو !

میں اس درد انگیز اور جانکاہ حقیقت سے انکار نہیں کرتا کہ اس انقلاب حالت کے ذمہ دار خود مسلمان ہی ہیں - انہوں نے اسلامی زندگی کے تمام خصائص کھو دیے ' اور انکی جگہ غلامانہ زندگی کے تمام رذائل قبول کرلیے - اُنکی موجودہ حالت سے بڑھکر دنیا میں اسلام کیلیے کوئی فتنہ نہیں - جبکہ میں یہ سطریں لکھہ رہا ہوں ' تو میرا دل شرمندگی کے غم سے پارہ پارہ ہو رہا ہے کہ اسی ہندوستان میں وہ مسلمان بھی موجود ہیں جو اپنی ایمانی کمزوری کی وجہ سے علانیہ ظلم کی پرستش کر رہے ہیں !

(یا آزادی یا موت)

لیکن انسانوں کی بدعملی سے کسی تعلیم کی حقیقت نہیں جھٹلائی جاسکتی - اسلام کی تعلیم اُسکی کتاب میں موجود ہے - وہ کسی حال میں بھی

درگذر کي حد هوگئي هے - اس سے زیادہ وہ اسلام کو برطانیہ کیلیے نہیں چھوڑ سکتے !

اسلام نے حکمرانوں کے ظلم کے مقابلہ میں دو طرح کے طرز عمل کا حکم دیا هے کیونکہ حالتیں بھي دو مختلف هیں: ایک ظلم اجنبي قبضۂ و تسلط کا هے - ایک خود مسلمان حکمرانوں کا هے - پہلے کیلیے اسلام کا حکم هے کہ تلوار سے مقابلہ کیا جاے - دوسرے کیلیے حکم هےکہ تلوار سےمقابلہ تو نہ کیاجاے لیکن " امر بالمعروف " اور " اعلان حق " جسقدر بھي امکان میں هو ' هر مسلمان کرتا رهے - پہلي صورت میں دشمنوں کے هاتھوں قتل هونا پڑیگا - دوسري صورت میں ظالم حکمرانوں کے هاتھوں طرح طرح کي اذیتیں اور سزائیں جھیلني پڑینگي - مسلمانوں کو دونوں حالتوں میں دونوں طرح کي قربانیاں کرني چاهئیں ' اور دونوں کا نتیجہ کامیابي و فتح مندي هے - چنانچہ گذشتہ تیرہ صدیوں میں مسلمانوں نے دونوں طرح کي قربانیاں کیں - اجنبیوں کے مقابلے میں سر فروشي بھي کي ' اور اپنوں کے مقابلے میں صبر و استقامت بھي دکھلائي - پہلي صورتوں میں جس طرح انکي " جنگي جد و جہد " کوئي مثال نہیں رکھتي - اسي طرح دوسري صورت میں اُنکي " شہري جد وجہد " بھي عدیم النظیر هے -

هندوستان میں آج مسلمانوں نے دوسري صورت اختیار کي هے ' حالانکہ مقابلہ انکا پہلي حالت سے هے - اُنکے لیے "جنگي جد و جہد" کا وقت آ گیا تھا - لیکن انھوں نے " شہري جد و جہد" کو اختیارکیا - انھوں نے" نوان و ایلنس" رهنے کا فیصلہ کرکے تسلیم کرلیا هے کہ وہ هتیار سے مقابلہ نہ کرینگے - یعني صرف وهي کرینگے ' جو اُنھیں مسلمان حکومتوں کے ظلم کے مقابلے میں کرنا چاهیے - بلاشبہ اس طرز عمل میں هندوستان کي ایک خاص طرح کي حالت کو بھي دخل هے - لیکن گورنمنٹ کو سونچنا چاهیے کہ اس سے زیادہ بدبخت مسلمان اور کیا کرسکتے هیں ؟ حد هوگئي کہ اجنبیوں کے ظلم کے مقابلے میں وہ بات کر رهے هیں' جو اُنھیں اپنوں کے مقابلے میں کرني تھي !

بالضرورهي هوا - گورنمنٹ صریح وعدہ خلافي سے باز نہ رہی - اُس وعدہ کا بھی ایفا ضروري نہ سمجھا گیا جو گورنمنٹ آف اِنڈیا نے ۲ - نومبر سنہ ۱۹۱۴- کے اعلان میں کیا تھا ' اور وہ وعدہ بھي فریب وقت ثابت ہوا جو مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم انگلستان نے ۵ - جنوري سنہ ۱۹۱۸ - کو ھاؤس آف کامنس کی تقریر میں کیا تھا - شریف آدمیوں کیلیے وعدہ خلافي عیب ھے ' لیکن طاقتور حکومتوں کیلیے کوئي بات بھی عیب نہیں ھے

اس حالت نے مسلمانوں کیلیے آخري درجہ کي کشمکش پیدا کردي - اسلامی قانون کي رو سے کم از کم بات جو انکے فرائض میں داخل تھی ' یہ تھی کہ ایسی گورنمنٹ کي اعانت اور کوا پریشن سے ھاتھہ کھینچ لیں - چنانچہ انھوں نے ایسا ھی کیا - وہ اُسوقت تک اسپر قائم رھینگے ' جب تک اُنھیں اپنا مذھب اور مذھب کے اٹل احکام عزیز ھیں -

مسلمانوں کو یقین ھوگیا ھے کہ اگر وہ حق و انصاف چاھتے ھیں تو اسکی راہ صرف ایک ھی ھے - سواراج کا حصول - یعنی ایسي قومی گورنمنٹ کا حصول جو ھندوستانیوں کی ھو ' ھندوستان میں ھو ' اور ھندوستان کیلیے ھو -

(اگر ظلم نہیں تو کیا عدل ھے ؟)

(۱۱) غرضکہ اس بارے میں میرا اقرار بالکل صاف اور واضح ھے - موجودہ گورنمنٹ محض ایک ناجائز بیورو کریسی ھے ' وہ کروروں انسانوں کی مرضی اور خواھش کیلیے محض نفی ھے ' وہ ھمیشہ انصاف اور سچائی پر پرسٹیج کو ترجیح دیتي ھے ' وہ جلیانوالا باغ امرتسر کا وحشیانہ قتل عام جائز رکھتي ھے ' وہ انسانوں کیلیے اس حکم میں کوئي نا انصافی نہیں مانتي کہ چارپایوں کیطرح پیٹ کے بل چلائیں جائیں ' وہ بے گناہ لڑکوں کو صرف اسلیے تازیانے کي ضرب سے بے ھوش ھوجانے دیتي ھے کہ کیوں ایک بت کي طرح " یونین جیک " کو سلام نہیں کرتے ؟ وہ تیس کرور انسانوں کي پیہم التجاؤں پر بھي اسلامي خلافت کي پامالي سے باز نہیں آئي ' وہ اپنے تمام وعدوں کے توڑ دینے میں کوئي عیب

جائز نہیں رکھتی کہ آزادی کھوکر مسلمان زندگی بسر کریں - مسلمانوں کو مٹ جانا چاھیے - یا آزاد رہنا چاھیے - تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں -

اسی لیے میں نے آج سے بارہ سال پہلے "الھلال" کے ذریعہ مسلمانوں کو یاد دلایا تھا کہ آزادی کی راہ میں قربانی و جان فروشی انکا قدیم اسلامی ورثہ ھے - اُنکا اسلامی فرض یہ ھے کہ ھندوستان کی تمام جماعتوں کو اس راہ میں اپنے پیچھے چھوڑ دیں - میری صدائیں بیکار نہ گئیں - مسلمانوں نے اب آخری فیصلہ کرلیا ھے کہ اپنے ھندو، سکھہ، عیسائی، پارسی بھائیوں کے ساتھہ ملکر اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائینگے -

(مسئلۂ خلافت و پنجاب)

(۱۰) میں یہاں گورنمنٹ کی اُن نا انصافیوں کا افسانہ نہیں چھیڑونگا جو مسئلۂ "خلافت" اور مظالم "پنجاب" کا عالمگیر افسانہ ھیں - لیکن میں اقرار کرونگا کہ گذشتہ دو سال کے اندر کوئی صبح و شام مجھہ پر ایسی نہیں گذری ھے، جسمیں میں نے "خلافت" اور "پنجاب" کیلیے گورنمنٹ کے مظالم کا اعلان نہ کیا ھو - میں تسلیم کرتا ھوں کہ میں نے ھمیشہ یہ کہا ھے - جو گورنمنٹ اسلامی خلافت کو پامال کر رھی ھو، اور مظالم پنجاب کیلیے کوئی تلافی اور شرمندگی نہ رکھتی ھو، ایسی گورنمنٹ کیلیے کسی ھندوستانی کے دل میں وفاداری نہیں ھوسکتی - گورنمنٹ کی جگہ وہ ایک فریق محارب کی حیثیت رکھتی ھے -

میں نے ۱۳ - دسمبر سنہ ۱۹۱۸ - کو (جب میں رانچی میں گورنمنٹ آف انڈیا کے حکم سے نظر بند تھا) لارڈ چمسفورڈ کو ایک مفصل چٹھی لکھی تھی - اسمیں واضح کردیا تھا کہ "خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں اسلامی احکام کیا ھیں ؟ میں نے لکھا تھا کہ اگر برٹش گورنمنٹ اسلامی خلافت اور اسلامی ممالک پر خلاف وعدہ متصرف ھوگئی، تو اسلامی قانون کی رو سے ھندوستانی مسلمان ایک انتہائی کشمکش میں مبتلا ھو جائینگے - اُنکے لیے صرف دو ھی راھیں رہجائینگی - یا اسلام کا ساتھہ دیں، یا برٹش گورنمنٹ کا - وہ مجبور ھونگے کہ اسلام کا ساتھہ دیں -

میں اقرار کرتا ہوں کہ میری کوئی تقریر گذشتہ دو سال کے اندر ایسی نہیں ہوئی ہے جسمیں یہ تمام باتیں میں نے بیان نہ کی ہوں -

میں متصل بارہ سال سے اپنی قوم و ملک کو آزادی و حق طلبی کی تعلیم دے رہا ہوں - میری ۱۸- برس کی عمر تھی جب میں نے اس راہ میں تقریر و تحریر شروع کی - میں نے زندگی کا بہترین حصہ یعنی عہد شباب صرف اسی مقصد کے عشق میں قربان کردیا - میں اسی کی خاطر چار سال تک نظر بند رہا ' مگر نظر بندی میں بھی میری ہر صبح و شام اِسی کی تعلیم و تبلیغ میں بسر ہوئی - " رانچی " کے در و دیوار اسکی شہادت دے سکتے ہیں جہاں میں نے نظر بندی کا زمانہ بسر کیا ہے - یہ تو میری زندگی کا دائمی مقصد ہے - میں صرف اسی ایک کام کیلیے جی سکتا ہوں : ان صلاتی ' و نسکی ' و محیای' و مماتی ' للہ رب العالمین !

(آخـــری اســـلامی تحـــریک)

(۱۳) میں اس " جرم " سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں جبکہ میں ہندوستان کی اس آخری " اسلامی تحریک " کا داعی ہوں ' جس نے مسلمانان ہند کے پولیٹکل مسلک میں ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا - اور بالآخر وہاں تک پہونچادیا جہاں آج نظر آرہے ہیں - یعنی اُن میں سے ہر فرد میرے اس جرم میں شریک ہوگیا ہے - میں نے سنہ ۱۹۱۲ - میں ایک اردو جرنل " الہلال " جاری کیا جو اس تحریک کا آرگن تھا ' اور جسکی اشاعت کا تمام تر مقصد وہی تھا جو اوپر ظاہر کرچکا ہوں - یہ امر واقعہ ہے کہ الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانان ہند کی مذہبی اور سیاسی حالت میں ایک بالکل نئی حرکت پیدا کردی - پہلے وہ اپنے ہندو بھائیوں کی پولیٹکل سرگرمیوں سے نہ صرف الگ تھے ' بلکہ اسکی مخالفت کیلیے بیورو کریسی کے ہاتھ میں ایک ہتیار کی طرح کام دیتے تھے - گورنمنٹ کی تفرقہ انداز پالیسی نے انہیں اس فریب میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ملک میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے ' ہندوستان اگر آزاد ہوگیا تو ہندو گورنمنٹ قائم ہوجائیگی - مگر الہلال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر اعتماد کرنے کی تلقین کی '

نہیں سمجھتی' وہ سمرنا اور تھریس کو صریح نا منصفانہ طور پر یونانیوں کے حوالہ کردیتی ہے' اور پھر تمام اسلامی آبادی کے قتل و غارت کا تماشا دیکھتی ہے -

انصاف کی پامالی میں اُسکی جرأت آن تھک اور دلیری بالکل بے باک ہے اور حقیقت کو جھٹلاتے ہوے اسکے منھہ میں کوئی لگام نہیں - سمرنا میں ۷۰ - فی صدی مسلمانوں کی آبادی ہے ' مگر وزیر اعظم بغیر کسی شرمندگی کے مسیحی آبادی کی کثرت کا اعلان کردیتا ہے - یونانی حکومت تمام اسلامی آبادی کو خون اور آگ کے سیلاب میں غرق کردیتی ہے ' لیکن وہ بے دھڑک ترکی مظالم کی فرضی داستانیں بیان کرتا رہتا ہے ' اور خود انگلستان کے بھیجے ہوے امریکن کمیشن کی رپورٹ پوشیدہ کردی جاتی ہے !

پھر نہ تو ان تمام مظالم و جرائم کیلیے اسکے پاس اعتراف ہے' نہ تلافی - بلکہ ملک کی جایز اور با امن جد و جہد کو پامال کرنے کیلیے ہر طرح کا جبر و تشدد شروع کردیا جاتا ہے ' اور وہ سب کچھہ کیا جاتا ہے جو گذشتہ ایک سال کے اندر ہوچکا ہے' اور ۱۸ - نومبر سے اسوقت تک ملک کے ہر حصہ میں ہو رہا ہے - میں اگر ایسی گورنمنٹ کو " ظالم " اور " یا درست ہو جاؤ یا مٹ جاؤ " نہ کہوں ' تو کیا " عادل " اور " نہ تو درست ہو' نہ مٹو " کہوں ؟

کیا صرف اسلیے کہ ظلم طاقتور ہے اور اسکے پاس جیل ہے ' اِسکا حق دار ہو جاتا ہے کہ اُسکا نام بدلدیا جاے ؟ میں اِٹلی کے نیک اور حریت پرست جوزف میزینی (Massini) کی زبان میں کہونگا " ہم صرف اسلیے کہ تمہارے ساتھہ عارضی طاقت ہے' تمہاری برائیوں سے انکار نہیں کرسکتے " -

(" جرم " کا قدیم اور نا قابل شمار ارتکاب)

(۱۲) میں نہایت متعجب ہوں کہ میرے خلاف صرف یہی دو ناتمام اور نا کافی تقریریں کیوں پیش کیگئی ہیں ؟ کیا ان ہزاروں صفحات سے جو میرے قلم سے نکل چکے ہیں ' اور ان بے شمار تقریروں سے جنکی صدائیں ہندوستان کے ایک ایک گوشہ میں گونج چکی ہیں' صرف یہی سرمایہ گورنمنٹ بہم پہنچا سکی ؟

(مـــوالات اور فـــوجي مـــلازمـت)

میں نے اسي ایڈریس میں اُس اسلامي حکم کي بھي تشریح کردي تھي جسکي بنا پر مسلمانوں کا مذہبي فرض ھے کہ موجودہ حالت میں گورنمنٹ سے " ترک موالات " کریں - یعنی کواپریشن اور اعانت سے ھاتھہ کھینچ لیں - یہي " ترک موالات " ھے ' جو آگے چلکر " نان کواپریشن " کي شکل میں نمودار ھوا ' اور مہاتما گاندھي جي نے اسکي سربراھي کي -

اسي کانفرنس میں فوج کے متعلق وہ رزرلیوشن منظور ھوا تھا ' جسمیں اسلامي قانون کے بموجب مسلمانوں کیلیے فوجي نوکري ناجائز بتلائي گئي تھي - کیونکہ گورنمنٹ اسلامي خلافت اور اسلامي ملکوں کے خلاف برسرپیکار ھے - کرانچي کا مقدمہ اسي رزرلیوشن کي بنا پر چلایا گیا - میں بار بار اخبارات اور تقریروں میں اعلان کرچکا ھوں کہ یہ رزرلیوشن سب سے پہلے میں نے ھي طیار کیا تھا ' اور میري ھي صدارت میں تین مرتبہ منظور ھوا - سب سے پہلے کلکتہ میں - پھر بریلي اور لاھور میں - پس اس " جرم " کي تعزیر کا بھي پہلا حقدار میں ھي ھوں -

میں نے اس اڈرس کو مزید اضافہ کے بعد کتاب کي شکل میں بھي مرتب کیا ' جو انگریزي ترجمہ کے ساتھہ بار بار شائع ھوچکا ھے - اورگویا میرے " جرائم " کا ایک تحریری ریکارڈ ھے -

(میري زندگي سرتا سر ۱۲۴ - ھے)

(۱۵) میں نے گذشتہ دو سال کے اندر تنہا اور مہاتما گاندھي کے ساتھہ تمام ھندوستان کا بار بار دورہ کیا - کوئي شہر ایسا نہیں ھے جہاں میں نے خلافت ' پنجاب ' سواراج ' اور نان کواپریشن پر بار بار تقریریں نہ کي ھوں ' اور وہ تمام باتیں نہ کہي ھوں جو میري ان دو تقریروں میں دکھلائي گئي ھیں -

دسمبر سنہ ۲۰ - میں انڈین نیشنل کانگرس کے ساتھہ آل انڈیا خلافت کانفرنس کا بھي اجلاس ھوا ' اپریل سنہ ۲۱ - میں جمعیۃ العلماء کا بریلي میں جلسہ

اور بے خوف ہوکر ہندوؤں کے ساتھہ ملجانے کي دعوت دي - اسي سے وہ تبدیلیاں رو نما ہوئیں جنکا نتیجہ آج متحدہ تحریک خلافت و سواراج ہے - بیورو کریسي ایک ایسي تحریک کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کرسکتي تھي - اسلیے پہلے الہلال کي ضمانت ضبط کي گئي - پھر جب " البــلاغ " کے نام سے دوبارہ جاري کیا گیا تو سنہ ۱۹۱۶ - میں گورنمنٹ آف اِنڈیا نے مجھے نظر بند کردیا -

میں بتلانا چاہتا ہوں کہ " الہلال " تمامتر " آزادي یا موت " کي دعوت تھي - اسلام کي مذہبي تعلیمات کے متعلق اس نے جس مسلک بحث و نظر کی بنیاد ڈالی ' اسکا ذکر یہاں غیر ضروري ہے - صرف اسقدر اشارا کرونگا کہ ہندوؤں میں آج مہاتما گاندھي مذہبی زندگی کی جو روح پیدا کر رہے ہیں ' الہلال اس کام سے سنہ ۱۹۱۴ - میں فارغ ہوچکا تھا - یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں ' دونوں کی نئی اور طاقتور سرگرمی اُسی وقت شروع ہوئی ' جب دونوں میں مغربی تہذیب کی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوري طرح فروغ پالیا -

(خلافت کانفرنس کلکتہ)

(۱۴) چار سال کے بعد پہلي جنوري سنہ ۱۹۲۰ - کو میں رہا کیا گیا - اسوقت سے گرفتاري کے لمحہ تک ' میرا تمام وقت انہي مقاصد کي اشاعت و تبلیغ میں صرف ہوا ہے - ۲۸ - ۲۹ - فروري سنہ ۱۹۲۰ - کو اسي کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں خلافت کانفرنس کا جلسہ ہوا تھا ' اور مسلمانوں نے مایوس ہوکر اپنا آخري اعلان کردیا تھا :

" اگر برٹش گورنمنٹ نے مطالبات خلافت کي اب بھی سماعت نہ کی ' تو مسلمان اپنے شرعی احکام کی رو سے مجبور ہو جائینگے کہ تمام وفادارانہ تعلقات منقطع کرلیں " -

میں اس کانفرنس کا پریسیڈنٹ تھا -

میں نے اسکے طولانی پریسیڈنشل ایڈرس میں وہ تمام امور بہ تفصیل بیان کردیے تھے جو اسقدر ناقص شکل میں ان دو تقریروں کے اندر دکھلائے گئے ہیں -

یہی وجہ ہے کہ میں نے ہمیشہ لوگوں کو با امن جد و جہد کی تلقین کی اور اسکو کامیابی کی سب سے پہلی شرط قرار دیا - خود یہ تقریریں بھی اسی موضوع پر تھیں جیساکہ پیش کردہ نقول سے بھی ثابت ہوتا ہے - میں اُن چند مسلمانوں میں سے ہوں جو بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر انہوں نے نہایت مضبوطی کے ساتھہ مسلمانوں کو با امن جد و جہد پر قائم نہ رکھا ہوتا ' تو نہیں معلوم ' مسئلۂ خلافت کی وجہ سے انکا صبر آزما اضطراب کیسی خوفناک شکل اختیار کرلیتا ؟ کم از کم ہندوستان کے ہر حصہ میں ایک " مالیبار " کا منظر تو ضرور نظر آ جاتا -

(سي - آئی - ڈي کے رپورٹرز)

(۱۷) اب جبکہ میں ان دو تقریروں کے تمام اُن حصوں کا اقرار کرچکا ہوں جن سے پراسیکیوشن استدلال کرسکتا ہے ' تو کوئی مضائقہ نہیں ' اگر چند الفاظ انکی پیش کردہ صورت کی نسبت بھی کہدوں -

سي - آئي - ڈي کے گواہوں نے بیان کیا ہے کہ میري تقریروں کے نوٹس بھي لیے گئے اور مختصر نویسي کے ذریعہ بھي قلمبند کي گئیں - جو کاپي داخل کي گئي ہے (اگزیبٹ اے - اور - سي) وہ مختصر نویس کي مرتب کی ہوئي ہے ' لیکن یہ میري تقریروں کي ایک ایسي مسخ شدہ صورت ہے کہ اگر چند ناموں اور واقعات کي طرف اشارہ نہ ہوتا تو میرے لیے شناخت کرنا بھي بہت مشکل تھا - وہ بلا شبہ ایک چیز ہے جو دور تک پھیلتي ہوئي چلي گئي ہے ' لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا چیز ہے ؟ محض بے جوڑ ' بے تعلق ' اور اکثر مقامات پر بے معني جملے ہیں ' جو بغیر کسي ربط اور سلسلہ کے صفحوں پر بکھیر دیے ہیں - گرامر اور محاورہ دونوں سے انہیں یکقلم انکار ہے - صاف معلوم ہوتا ہے کہ رپورٹر تقریر سمجھنے اور قلمبند کرنے سے عاجز تھا - اُسلیے درمیان سے جملوں کے جملے چھوڑتا جاتا ہے ' اور تمام حروف ربط و تعلیل تو بالکل ہی حذف کردیے ہیں ہے - اس سے بھي بڑھکر یہ کہ تمام وہ الفاظ جنکي آواز یا اسپلنگ (اِملا) میں ذرا سا بھي تشابہ ہے ' بالکل ھي بدل گئے ہیں ' اور عبارت یا تو بے معني ہوگئي ہے یا محرف -

ھوا ' گذشتہ اکتوبر میں یو - پي پراونشیل خلافت کانفرنس آگرہ میں منعقد ھوئي' نومبر میں آل انڈیا علماء کانفرنس کا لاھور میں اجلاس ھوا - ان تمام کانفرنسوں کا بھي میں ھي صدر تھا - لیکن ان میں بھي تمام مقررین نے جو کچھہ کہا ' اور صدارتي تقریروں میں میں نے جو خیالات ظاھر کیے ' اُن سب میں وہ تمام باتیں موجود تھیں' جو ان دو تقریروں میں دکھلائي گئي ھیں - بلکہ میں اقرار کرتا ھوں کہ ان سے بہت زیادہ قطعي و واضح خیالات ظاھر کیے گئے تھے !

اگر میري ان دو تقریروں کے مطالب دفعہ ۱۲۴ - الف کا جرم ھیں ' تو میں نہیں سمجھتا کہ صرف پہلي اور پندرھویں جولائی ھی کا ارتکاب کیوں منتخب کیا گیا ھے ؟ میں تو اس کثرت کے ساتھہ اس کا ارتکاب کرچکا ھوں کہ فی الواقع اسکا شمار میرے لیے ناممکن ھوگیا ھے - مجھے کہنا پڑیگا کہ میں نے گذشتہ سالوں کے اندر بجز ۱۲۴ - الف کے اور کوئی کام ھي نہیں کیا !

(نوان وایلنس نوان کواپریشن)

(۱۶) ھم نے آزادي اور حق طلبي کي اس جنگ میں " نان وایلنس نوان کواپریشن " کي راہ اختیار کی ھے - ھمارے مقابلے میں طاقت اپنے تمام جبر و تشدد اور خونریز وسائل کے ساتھہ کھڑي ھے ' لیکن ھمارا اعتماد صرف خدا پر ھے اور اپنی غیر مختتم قرباني اور غیر متزلزل استقامت پر - مہاتما گاندھي کي طرح میرا یہ اعتقاد نہیں ھے کہ کسی حال میں بھی ھتیار کا مقابلہ ھتیار سے نہیں کرنا چاھیے - اسلام نے جن حالتوں میں اسکی اجازت دي ھے ' میں اسے فطرۃ الہی اور عدل و اخلاق کے مطابق یقین کرتا ھوں - لیکن ساتھہ ھي ھندوستان کی آزادي اور موجودہ جد و جہد کیلیے مہاتما گاندھی کے تمام دلائل سے متفق ھوں' اور اُن دلائل کي سچائی پر پورا اعتقاد رکھتا ھوں - میرا یقین ھے کہ ھندوستان نان وایلنس جد و جہد کے ذریعہ فتح مند ھوگا ' اور اسکی فتح مندي اخلاقی و ایماني طاقت کی فتحمندي کی ایک یادگار مثال ھوگی -

صوبجات متحدہ کي گورنمنٹ نے ابتدائي تجربے کیلیے دو پولیس سب انسپکٹرون کو تعلیم دلائي تھي - انہوں نے سب سے پہلے آزمائشي طور پر جن پبلک تقریرون کو قلمبند کیا، میں بتلانا چاھتا ھوں کہ وہ میري اور شمس العلماء مولانا شبلي نعماني مرحوم کي تقریریں تھیں - ھم دونوں نے انجمن اسلامیہ ھردوئي کے سالانہ جلسے میں لکچر دیے تھے - مجھے اچھي طرح یاد ھے کہ مولانا شبلي نے في منٹ ساٹھہ لفظوں کے رفتار سے تقریر کي تھي، اور میري تقریر في منٹ ۷۰ - سے ۹۰ تک تھي جیسا کہ خود مختصر نویسوں نے ظاھر کیا تھا - ظاھر ھے کہ یہ کوئي تیز رفتار نہ تھي - تاھم جب انہوں نے اپنا کام مرتب کرکے دکھلایا تو بالکل ناقص اور غلط تھا - اسکے بعد بھي مجھے بارھا اپني تقریرون کے قلمبند کرانے کا اتفاق ھوا، لیکن ھمیشہ ایسا ھي نتیجہ نکلا - ابھي حال کي بات ھے کہ خلافت کانفرنس آگرہ میں میرا زباني پریزیڈنشل ایڈرس ایک مشاق مختصر نویس سید غلام حسنین نے قلمبند کیا جو عرصہ تک یو - پی کے محکمہ سی - آئي - ڈي میں کام کرنے کے بعد مستعفی ھوا ھے - لیکن جب لانگ ھینڈ میں مرتب کرکے مجھے دکھلایا گیا تو اسکا کوئی حصہ صحیح اور مکمل نہ تھا -

یہ تو اصل قاعدہ کا نقص ھے، لیکن جب اسپر مختصر نویس کی نا قابلیت کا بھی اضافہ ھو جاے، تو پھر کوئی خرابی ایسی نہیں ھے جس سے انسانی تقریر مسخ نہ کی جاسکے - کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت نے اس نقص کو اور زیادہ پر مصیبت بنا دیا ھے - یہاں کے دیسی اور یوروپین افسر خود اردو زبان سے بالکل واقفیت نہیں رکھتے - حتی کہ معمولی طور پر بول بھي نہیں سکتے - انکے نزدیک ھر وہ آدمي جو انگریزي زبان سے کسی مختلف لہجہ میں آواز نکالے، اردو کا اسکالر ھے - نتیجہ یہ ھے کہ پولیس اور عدالت ان رپورٹرون اور مختصر نویسوں کو بطور سند کے استعمال کررھي ھے، جن بیچارون کي استعداد پر ھمیشہ ھملوگ تمسخر کیا کرتے ھیں -

مثلاً میں نے یکم جولائي کي تقریر میں مشہور فرنچ شاعر اور ادیب ویکٹر هیوگو کا قول نقل کیا تھا :

" آزادي کا بیج کبھي بار آور نہیں هوسکتا جب تک ظلم کے پاني سے اُسکي آبیاري نه هو "

مختصر نویس نے " ظلم " کي جگه " دهرم " لکھدیا هے جو صریح غلط اور بے موقعه هے - البته اسکي آواز " ظلم " سے مشابهه هے -

اسي طرح ایک مقام پر هے :

" اُنہوں نے جیل خانے کي مصیبت کو برباد کیا هے "

حالانکه مصیبت کو برباد کرنے کے کوئي معني نہیں هوسکتے - غالباً میں نے " برداشت کیا هے " کہا هوگا - یعني اُنہوں نے جیل کي مصیبت جھیل لي هے - چونکه دونوں لفظوں کي آواز ملني جلتي هے اور مختصر نویس خود فہم و امتیاز سے محروم هے ' اسلیے " برداشت " کي جگه " برباد " لکھه گیا !

(اُردو مختصـــر نویســـي)

اصل یه هے که اُردو مختصر نویسي کا قاعدہ اور مختصر نویس کي نا قابلیت ' دونوں ان نقائص کیلیے ذمه دار هیں -

اُردو مختصر نویسي کا قاعدہ سنـه ۱۹۰۵ - میں کرسچیـن کالـج لکھنـؤ کے دو پروفیسروں نے ایجاد کیا ' جن میں سے ایک کا نام مرزا محمد هادي - بي - اے هے - میں اُس وقت لکھنؤ هي میں تھا ' اسلیے مجھے ذاتي طور پر اُسکے دیکھنے اور موجدوں سے گفتگو کرنے کا بارها اتفاق هوا - مجھے معلوم هے که اسکے موجدوں نے انگریزي علامات کو بہت تھوڑے سے تغیر کے ساتھه منتقل کرلیا هے ' لیکن وہ اُردو حروف و املاء کو پوري طرح محفوظ کردینے میں کامیاب نه هوسکے - خود انہیں بھي اس نقص کا ایک حد تک اعتراف تھا - لیکن وہ خیال کرتے تھے که مختصر نویس کي ذاتي قابلیت اور حافظۂ و مناسبت سے اسکي تلافي هوجائیگي - میں اپنے ذاتي معلومات کي بنا پر کہتا هوں که تجربے سے انکا خیال درست نه نکلا -

میں نے نظر بندی کے زمانے میں چار سال تک اپنی ڈاک کیلیے خود ہی سنسر شپ کے فرائض بھی انجام دیے ہیں، کیونکہ جو سرکاری افسر اس غرض سے مقرر کیا گیا تھا، وہ اسقدر قابل آدمی تھا کہ اردو کے معمولی لکھے ہوے خطوط بھی نہیں پڑھ سکتا تھا - وہ اکثر میری ڈاک صرف دستخط کرکے بھیج دیتا، اور شب کو آکر مجھسے اسکا ترجمہ لکھوا لیتا!

جبکہ نظر بندی میں میں اپنی ڈاک کی خود ہی نگرانی کررہا تھا، توشملہ اور دہلی کے حکام اپنی کار فرمائی پر نہایت ناراں تھے، اور سمجھتے تھے کہ انہوں نے اپنے ایک خطرناک دشمن کو بالکل مجبور اور معطل کردیا ہے!

اِسوقت بھی میرے قلمی مسودات کلکتہ پولیس کے قبضہ میں ہیں - ان میں سب سے زیادہ خوفناک جرم "تاریخ" "تفسیر قرآن" اور لٹریچر ہے!

میں یہاں عربی داں اشخاص کی دلچسپی کیلیے ان کتابوں کے چند نام درج کردیتا ہوں، جنہیں نہایت خوفناک سمجھکر پولیس نے شملہ بھیجا تھا، اور عرصہ تک سر چارلس کلیولینڈ کے حکم سے میری نظر بندی کے دیگر معاملات کی طرح انکی بھی تحقیقات ہوتی رہی:

فتح القدیر شرح ہدایہ - طبقات الشافعیہ سبکی - ازالۃ الخفا - کتاب الام - مدونۂ امام مالک - مطالب عالیہ امام رازی - شرح حکمۃ الاشراق - شرح مسلم الثبوت بحر العلوم - کتاب المستصفی - کتاب اللمع -

اصل یہ ہے کہ کسی جرم کیلیے جو لٹریچر سے تعلق رکھتا ہو، کوئی ایسی عدالت منصفانہ کارروائی نہیں کرسکتی جو ذاتی طور پر راے قائم نہ کرسکے - یعنے خود اس زبان سے واقف نہو - لیکن موجودہ بیوروکریسی علاوہ بیوروکریسی ہونے کے غیر ملکی بھی ہے، اسلیے ہر گوشہ میں اجنبی اقتدار کی غلامی کے نتائج کام کر رہے ہیں - عدالتیں ہندوستان کی ہیں اور ہندوستانیوں کیلیے ہیں، لیکن انکی زبان جزیرۂ برطانیہ کی ہے، اور اکثر حالتوں میں ایسے افراد سے مرکب ہیں جو ملکی زبان کا ایک لفظ بھی نہیں جانتے!

میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ کلکتہ کی پولیس اور عدالتوں میں ایک شخص بھی اردو زبان کیلیے قابل اعتماد نہیں ہے - اگر یہاں اس حقیقت کا کچھ بھی احساس ہوتا، تو صرف یہی بات بطور ایک عجیب واقعہ کے خیال کی جاتی کہ میری تقریروں کیلیے پولیس اور سی - آئی - ڈی کے غریب رپورٹروں کی شہادت لی جارہی ہے ! میں تسلیم کرتا ہوں کہ کم ازکم یہ منظر ضرور میرے لیے تکلیف دہ ہے !

(مشرقی لٹریچر اور سرکاری وسائل علم)

یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں اپنے ڈیفنس کی غرض سے ان شہادتوں کی بے اعتمادی ثابت نہیں کر رہا ہوں - میں تو پورا پورا اقرار کرچکا - مقصود صرف دو باتوں کا اظہار ہے :

اولاً، جو سرکاری مقدمات اردو تقریر و تحریر کی بنا پر چلائے جاتے ہیں، انکے وسایل ثبوت کس درجہ ناکارہ اور نا قابل اعتماد ہیں ؟

ثانیاً، ہندوستان کی بیوروکریسی کی ناکامیابی اور ناموافقت - وہ ڈیڑھ سو برس تک حکومت کرکے بھی اس قابل نہیں ہوئی کہ ہندوستانی زبانوں کے متعلق صحیح اور مستند ذرایع سے معلومات حاصل کرسکتی - مجھے یاد ہے کہ جب اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ میں نظر بند کیا گیا، اور بہار گورنمنٹ کے حکام اور پولیس افسر (جنکو اردو زبان سے بمقابلۂ بنگال زیادہ تعلق ہے) تلاشی کیلیے آئے، تو انہوں نے میری تمام کتابوں کو بھی ایک خوفناک لٹریچر سمجھکر نہایت احتیاط کے ساتھ قبضہ میں کرلیا - یہ تمام کتابیں عربی اور فارسی زبان میں تھیں، اور تاریخ، فقہ، فلسفہ کا معمولی مطبوعہ ذخیرہ تھا جو بازاروں میں فروخت ہوتا رہتا ہے - صرف ایک کتاب " مطالب عالیہ " نامی قلمی تھی جو سب سے زیادہ پراسرار سمجھی گئی - لطف یہ ہے کہ انکی فہرست ڈپٹی کمشنر کی درخواست سے مجھے ہی مرتب کرنی پڑی - کیونکہ تفتیش جرائم کے اس پورے کمیشن میں ایک شخص بھی اس قابل نہ تھا کہ کتابوں کے ٹائیٹل پیج کو صحت کے ساتھ پڑھ لیتا !

جس طرح اس کشمکش کا آغاز همیشه یکساں طور پر هوا هے ' اُسي طرح خاتمه بهي ایک هي طرح هوا هے - همیں معلوم هے که اگر همارا جذبۂ آزادي و حق طلبي سچا اور اٹل ثابت هوا ' تو یہی گورنمنٹ جو آج همیں مجرم ٹهرا رهي هے ' کل کو فتح مند محب الوطنوں کی طرح همارے استقبال پر مجبور هوگي !

(بـــغـــاوت)

(۱۹) مجهه پر سڈیشن کا الزام عائد کیا گیا هے ' لیکن مجهے " بغاوت " کے معنی سمجهه لینے دو - کیا " بغاوت " آزادي کي اُس جد و جهد کو کہتے هیں جو ابهي کامیاب نہیں هوئي هے ؟ اگر ایسا هے تو میں اقرار کرتا هوں - لیکن ساتهه هي یاد دلاتا هوں که اسی کا نام قابل احترام حب الوطني بهي هے جب وہ کامیاب هو جاے - کل تک آیر لینڈ کے مسلم لیڈر باغي تھے ' لیکن آج ڈي ولرا اور گریفتهه کیلیے برطانیۂ عظمی کونسا لقب تجویز کرتي هے ؟

اسي آیر لینڈ کے پارنل (Parnel) نے ایک مرتبه کہا تها : "همارا کام همیشه ابتدا میں بغاوت اور آخر میں حب الوطنی کی مقدس جنگ تسلیم کیا گیا هے "

(قانون " قضاء بالحق ")

(۲۰) میں مسلمان هوں ' اور میرے یقین کیلیے وہ بس کرتا هے ' جو میري کتاب شریعت نے بتلایا هے - قرآن کہتا هے - جسطرح مادہ اور اجسام میں انتخاب طبیعی (Natural Selection) اور بقاء اصلح (Survival of the fittest) کا قانون جاري هے ' اور فطرة صرف اسی وجود کو باقي رهنے دیتي هے جو صحیح و اصلح هو - ٹهیک اسیطرح تمام عقائد و اعمال میں بهي یہي قانون کام کر رها هے - آخري فتح اسي عمل کي هوتي هے جو حق اور سچ هو ' اور اسلیے باقي و قائم رهنے کا حقدار هو - پس جب کبهي انصاف اور نا انصافي میں مقابله هوگا ' تو آخر کي جیت انصاف هي کے حصه میں آئیگي : واما ما ینفع النـــاس فیمکث فی الارض کـــذلـــک یضرب الله الامثال - (۱۳ : ۱۸) زمیں پر وهي چیز باقي رهیگي جو نافع هو - غیر نافع چهانٹ دي جائیگي -

یہي وجه هے که اب هم اس گورنمنٹ سے اورکچهه نہیں چاهتے - صرف یه چاهتے هیں که جسقدر بهي جلد ممکن هو' وہ اپنے سے بہتر اور حقدارکیلیے اپني جگه خالي کردے -

(موجودہ حالت قدرتي هے)

(۱۸) میں جیسا که ابتدا میں لکهه چکا هوں' خاتمۂ سخن میں بهي دهراؤنگا - آج گورنمنٹ جوکچهه همارے ساتهه کر رهي هے' وہ کوئي غیر معمولي بات نہیں هے جسکے لیے خاص طور پر اُسے ملامت کي جاے - قومي بیداري کے مقابلے میں مقاومت اور جبر و تشدد تمام قابض حکومتوں کیلیے طبیعت ثانیه (سکینڈ نیچر) کا حکم رکهتا هے' اور همیں یه توقع نہیں رکهني چاهیےکه هماري خاطر انساني طبیعت بدل سي جائیگي -

یه قدرتي کمزوري افراد اور جماعت' دونوں میں یکساں طور پر نمود رکهتي هے - دنیا میں کتنے آدمي هیں جو اپنے قبضه میں آئي هوئي چیز صرف اسلیے لوٹا دینگے که وہ اُسکے حقدار نہیں ؟ پهر ایک پورے براعظم کیلیے ایسي امید کیونکرکي جا سکتي هے ؟ طاقت کبهي کسي بات کو صرف اس لیے نہیں مان لیتي که وہ معقول اور مدلل هے - وہ تو خود بهي طاقت کي نمود کا انتظار کرتي هے' اور جب وہ نمودار هو جاتي هے تو پهر نا واجب سے نا واجب مطالبه کے آگے بهی جهک جاتي هے - پس کشمکش اور انتظار ناگزیر هے' اور ایک ایسی قدرتی بات هے جسکو بالکل دنیا کے معمولی اور روز مرہ کاموں کیطرح بلا کسي تعجب و شکایت کے انجام پانا چاهیے -

میں یه بهي تسلیم کرتا هوں که تاریخ نے اس بارے میں انساني ظلم و تعدي کے جو هیبت ناک مناظر دکهلائے هیں ' انکے مقابلے میں موجودہ جبر و تشدد کسي طرح بهي زیادہ نہیں کہا جاسکتا - البته میں نہیں کہه سکتا که یه کمي اسلیے هے که ابهي ملک کا جذبۂ قرباني ناتمام هے ' یا اسلیے هے که ظلم زیادہ مکمل نہیں ؟ مستقبل اسکو واضح کردیگا -

میں نے اوپر کہیں کہا ہے کہ " سي - آئی - ڈي کا کام جہالت اور شرارت دونوں سے مرکب ہوتا ہے" یہ میں نے اس ذاتي علم کي بنا پر کہا جو بے شمار مقدمات کي نسبت مجھے حاصل ہے - تاہم میں تسلیم کرتا ہوں کہ سي - آئی - ڈي کے جن آدمیوں نے میرے خلاف شہادت دي ہے ' اُنہوں نے اُس اعتماد کے سوا جو اپنے کام پر ظاہر کیا ہے ' کوئي بات بھي غلط نہیں کہی ہے -

میري تقریریں جو پیش کیگئي ہیں' ان میں بھي میں کوئي بات شرارت کي نہیں پاتا - جسقدر انکے اغلاط اور نقایص ہیں' غالباً صرف ناقابلیت کا نتیجہ ہیں - ایک دو مقامات ایسے ہیں جنکي نسبت خیال کیا جاسکتا ہے کہ دانستہ خراب کرکے دکھلاے ہیں - مثلاً جہاں جہاں میں نے لوگوں کو با امن رہنے ' ہڑتال نہ کرنے ' ہر طرح کے مظاہرات سے مجتنب رہنے کي تلقین کي ہے ' وہ بقیہ حصوں سے بھي زیادہ اُلجھے ہوے اور بے ربط ہیں - متعدد مقامات پر " امن " کو " ایمان " کردیا ہے جو وہاں بالکل بے ربط ہے - تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھي قاعدہ کے نقص اور ذاتي ناقابلیت کیوجہ سے ہے نہ کہ شرارت سے -

البتہ میرا یقین ہے کہ انہوں نے اپنے کام پر جو اعتماد ظاہر کیا ہے' اور جس غرض سے یہ کام انجام دیا ہے ' وہ ضرور معصیت ہے - لیکن ساتھہ ھي مجھے اُنکی کمزوري بھي معلوم ہے - وہ محض چند روپیوں کي نوکري کیوجہ سے ایسا کر رہے ہیں' اور اتنا قوي ضمیر نہیں رکھتے کہ سچائي کو ہر بات پر ترجیح دیں - پس میرے دل میں انکے لیے کوئی رنج اور ملامت نہیں ہے - میں اس کام کیلیے اُنہیں معاف کرتا ہوں ' اور دعا کرتا ہوں کہ خدا بھی معاف کردے -

پبلک پراسیکوٹر بھي جو ان مقدمات میں کام کر رہا ہے ' میرا ایک ہم وطن بھائي ہے - اسکي ضمیر یا راے میرے سامنے نہیں ہے - محض مزدوري ہے ' جو اس کام کیلیے وہ گورنمنٹ سے حاصل کرتا ہے - پس اسکي طرف سے بھي میرے دل میں کوئي رنج نہیں - البتہ میں ان سب کے لیے وھي دعا مانگونگا جو پیغمبر اسلام نے ایک موقعہ پر مانگي تھي : " خدایا ! ان پر راہ کھول دے ' کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں؟ "

یہی وجہ ہے کہ قرآن کي اصطلاح میں سچائي کا نام " حق " ہے ' جسکے معنی ھي جم جانے اور ثابت ھو جانے کے ھیں - اور جھوٹ اور بدي کا نام باطل ہے ' جسکے معنی ھي مٹ جانے کے ھیں : ان الباطل کان ذھوقا - باطل تو صرف اسي لیے ہے کہ مٹ جاے !

پس آج جو کچھہ ھو رہا ہے ' اسکا فیصلہ کل ھوگا - انصاف باقي رھیگا - نا انصافي مٹادي جائیگی - ھم مستقبل کے فیصلہ پر ایمان رکھتے ھیں !

البتہ یہ قدرتي بات ہے کہ بدلیوں کو دیکھکر بارش کا انتظار کیا جاے - ھم دیکھہ رہے ھیں کہ موسم کے تبدیلی کي تمام نشانیاں قبول کرلي ھیں - افسوس ان آنکھوں پر جو نشانیوں سے انکار کریں !

میں نے انھي تقریروں میں جو میرے خلاف داخل کي گئي ھیں' کہا تھا : " آزادي کا بیج کبھي بار آور نہیں ھوسکتا جب تک جبر و تشدد کے پاني سے اُسکي آبیاري نہو "

لیکن گورنمنٹ نے آبیاري شروع کردي ہے !

میں نے انھي میں کہا تھا : " مبلغین خلافت کی گرفتاریوں پر کیوں مغموم ھو ؟ اگر تم فی الحقیقت انصاف اور آزادي کے طلبگار ھو ' تو جیل جانے کیلیے طیار ھو جاؤ - علي پور کا جیل اسطرح بھر جاے کہ اسکي کوٹھریوں میں چوروں کیلیے جگہ باقي نہ رہے "

فی الحقیقت جگہ باقي نہیں رھي ہے - پریسیڈنسي اور سنٹرل جیل کا بڑا حصہ معمولي قیدیوں سے خالی کردیا گیا - پھر بھي جگہ کافي نہ ھوئي - نیا جیل بنایا گیا - وہ بھي آناً فآناً بھر گیا - جگہ نکالنے کیلیے سینکڑوں قیدي رہا کردیے گئے ' لیکن ان سے دگنے نئے آگئے - اب مزید نئے جیل بنائے جا رہے ھیں !

(سرکاري وکیل ' پولیس ' اور مجسٹریٹ)

(۲۱) قبل اسکے کہ میں اپنا بیان ختم کروں ' اپنے اُن ھم وطن بھائیوں کي نسبت بھي ایک دو جملے کہونگا ' جو اس مقدمہ میں میرے خلاف کام کر رہے ھیں -

آخــــري پيشـــي

(۹ - فروري سنه ۱۹۲۲ع)

صــرف ايک ســال قيــد با مشقت !

" يــه اُس سے بہت کـم هے جس کا ميں متـــوقع تھا ! "

۹ - فروري سے پہلے مولانا کي جانب سے حسب ذيل اُمور کا زباني اور بذريعه اخبار اعلان کيا گيا :

(۱) ۹ - فروري کو کوئي شخص عدالت کي کارروائي ديکھنے کيليے نه آے - نه کسي طرح کا هجوم سڑکوں پر هو -

(۲) يه يقيني هے که اُنہيں سزا کا حکم سنايا جائيگا - پبلک کو چاهيے که پورے صبر و سکون کے ساتھه اسکي منتظر اور متوقع رهے - کوئي هڑتال نهيں هوني چاهيے - نه کسي طرح کا غير معمولي مظاهره کرنا چاهيے -

(۳) ۹ - کو لوگ جيل کي طرف بهي هجوم نه کريں - اور نه اُنہيں ديکھنے کيليے جد و جهد کريں - صرف اپني معمولي روزانه جد و جهد جاري رکھيں ' اور جهانتک ممکن هو اسکي سرگرمي بڑهائيں -

بعض کارکنان خلافت و کانگرس نے غلطی سے کارخانوں اور سرکاري محکموں ميں کام کرنے والوں کو هڑتال کے ارادے سے نهيں روکا تها اور خاموشي اختيار کرلی تهی - ۷ - کو جب مولانا کو معلوم هوا تو اُنہوں نے فوراً رکواديا ' اور هر جگهه يه بات پہنچا دي گئی که جو شخص انکے ليے کچهه کرنا چاهتا هے ' اُس کے اظهار محبت و عقيدت کی صرف يهی راه هے که والنٹير بن جاے اور جيل جانے کيليے طيار هو جاے - هڑتال اور مظاهره نه صرف اصول کے خلاف هے ' بلکه مقاصد کيليے مضر بهی هے -

(فاقض ما انت قاض !)

میں مجسٹریٹ کي نسبت بھي کچھہ کہنا چاھتا ھوں - زیادہ سے زیادہ سزا جو اسکے اختیار میں ھے' بلا تامل مجھے دیدے - مجھے شکایت یا رنج کا کوئي احساس نہ ھوگا - میرا معاملہ پوري مشینري سے ھے - کسي ایک پرزے سے نہیں ھے - میں جانتا ھوں کہ جب تک مشین نہیں بدلیگي ' پرزے اپنا فعل نہیں بدل سکتے -

میں اپنا بیان اٹلي کے قتیل صداقت گارڈینیو برونو کے لفظوں پر ختم کرتا ھوں' جو میري ھي طرح عدالت کے سامنے کھڑا کیا گیا تھا :

" زیادہ سے زیادہ سزا جو دي جاسکتي ھے ' بلا تامل دیدو - میں یقین دلاتا ھوں کہ سزا کا حکم لکھتے ھوے جسقدر جنبش تمھارے دل میں پیدا ھوگي ' اُسکا عشر عشیر اِضطراب بھي سزا سنکر میرے دل کو نہ ھوگا "

(خـــاتمـــہ)

مسٹر مجسٹریٹ ! اب میں اور زیادہ وقت کورٹ کا نہ لونگا - یہ تاریخ کا ایک دلچسپ اور عبرت انگیز باب ھے ' جسکي ترتیب میں ھم دونوں یکساں طور پر مشغول ھیں - ھمارے حصہ میں یہ مجرموں کا کٹھرا آیا ھے - تمھارے حصہ میں وہ مجسٹریٹ کي کرسي - میں تسلیم کرتا ھوں کہ اس کام کیلیے وہ کرسي بھي اُتني ھي ضروري چیز ھے ' جسقدر یہ کٹھرا - آؤ ' اِس یادگار اور افسانہ بننے والے کام کو جلد ختم کردیں - مورخ ھمارے اِنتظار میں ھے' اور مستقبل کب سے ھماري راہ تک رھا ھے - ھمیں جلد جلد یہاں آنے دو' اور تم بھي جلد جلد فیصلہ لکھتے رھو - ابھي کچھہ دنوں تک یہ کام جاري رھیگا - یہانتک کہ ایک دوسري عدالت کا دروازہ کھل جاے - یہ خدا کے قانون کي عدالت ھے - وقت اُس کا جج ھے - وہ فیصلہ لکھیگا ' اور اُسي کا فیصلہ آخري فیصلہ ھوگا ! و الحمد للہ اولا و اخرا -

۱۱ - جنوري سنہ ۱۹۲۲ع

احمد

پریسیڈنسي جیل - علي پور ـــ کلکتہ

اُنہیں سزا دی جائیگی - لوگوں کو چاھیے کہ پورے نظم و سکون کے ساتھہ اُسکے سننے کیلیے طیار رھیں - ھڑتال وغیرہ کیلیے اُنہوں نے کہا کہ " هم ایک سال سے کہتے آئے ھیں کہ کامیابی اسی پر موقوف ہے کہ خاموشی کے ساتھہ لوگ گرفتار ھوجائیں - چنانچہ ہزاروں آدمیوں نے اپنے تئیں گرفتار کرادیا - اب جب هم خود گرفتار ھوے ھیں تو ھمیں بھی اپنے لیے وھی پسند کرنا چاھیے جو ھم نے دوسروں کیلیے پسند کیا تھا - یہ نہایت افسوس ناک غلطی ھوگی اگر ھماری سزا یابی کیلیے ھڑتالیں کی گئیں ' یا ھمیں چھوڑ دینے کیلیے کسی ایک ھندوستانی نے بھی کام چھوڑا "

اس پیغام نے نہایت تعجب انگیز اثر پیدا کیا جسکی خود گورنمنٹ کو بھی توقع نہ تھی - تمام لوگ جو جوش و اضطراب میں بے قابو ھو رہے تھے' پتھر کی طرح اپنی اپنی جگہہ جم گئے - ھڑتال کا ارادہ بالکل فسخ کردیا گیا - اور ۹ - کو عدالت اور جیل میں بھی کسی طرح کا ھجوم نہیں ھوا -

با ایں همه گورنمنٹ کے ارکان مطمئن نہ تھے اور دیکھہ رہے تھے کہ گیارہ بجے کے بعد کیا صورت پیش آتی ہے ؟ اسلیے گیارہ بجے تک جیل میں کوئی خبر نہیں دی گئی کہ کارروائی کہاں ھوگی ؟ کورٹ میں یا جیل میں ؟ جب گیارہ بج چکے اور کسی طرح کی بھیڑ عدالت میں نہیں ھوئی ' تو مولانا طلب کیے گئے - بارہ بجے وہ پہنچے - اُسوقت ایک مقدمہ کی کارروائی ھو رھی تھی - لیکن مجسٹریٹ نے عارضی طور پر اُسے ملتوی کرکے مولانا کو طلب کیا - اور فیصلہ سنایا - فیصلہ یہ تھا کہ ایک برس قید با مشقت -

مولانا نے فیصلہ سنکر مجسٹریٹ سے مسکراتے ھوے کہا " یہ تو اُس سے بہت کم ہے جسکی مجھے توقع تھی ! " مجسٹریٹ ھسنے لگا اور مولانا برامدے میں واپس آگئے -

یہاں کورٹ انسپکٹر موجود تھا جو اُنہیں اپنے آفس روم میں لے گیا اور کہا مجھے آپ معاف کرینگے اگر میں چند منٹ آپکو یہاں بٹھاؤں اور ضابطہ کی کارروائی انجام دیدوں - مولانا نے کہا میں یہ "چند منٹ" ایک سال با مشقت

اگرچہ یہ تمام کارروائیاں علانیہ ہو رہی تھیں - افسران جیل کی موجودگی میں وہ تمام پیغامات دیتے تھے اور لکھواتے تھے' اور پھر اخبارات میں بھی شائع ہو جاتے تھے' لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ارکان حکومت کو اطمینان نہ تھا -

مولانا اور مسٹر داس کے مقدمات میں عدالت کی جانب سے پے درپے التواء کیا گیا - گورنمنٹ کا تذبذب اور اضطراب بھی برابر ظاہر ہوتا رہا - نیز راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کی تجویز اور نام نہاد مصالحت کی کارروائیاں بھی جاری رہیں - ان تمام اسباب سے پبلک کو یہ توقع ہوگئی تھی کہ شاید اُنہیں رہا کردیا جاے - زیادہ تائید اس بات کی کلکتہ اور بنگال کی مخصوص حالت سے بھی ہوتی تھی جس کی طرف سے مقامی گورنمنٹ کی تشویش روز بروز بڑھتی جاتی تھی' اور بار بار یہ افواہیں مشہور کی جاتی تھیں کہ بہت جلد اُنہیں رہا کردیا جائیگا - گورنمنٹ کو بڑی تشویش مزدوروں کے ہڑتال سے تھی - علی الخصوص خضر پور ڈک کے مزدوروں اور شہر کے تمام خانساموں وغیرہ سے جو پندرہ بیس ہزار کی تعداد میں ہوٹلوں اور انگریزوں کے پرائیوٹ مکانوں میں کام کرتے ہیں - اُن کا ایک دن کیلیے بھی ہڑتال کرنا تمام انگریزی آبادی کی زندگی دشوار کردے سکتا ہے - اسی طرح ڈک کے مزدوروں کی جماعت بھی ایک ایسی جماعت ہے جو اگر کام چھوڑدے تو اس کا کام ایک دن کیلیے بھی دوسرے آدمی نہیں چلا سکتے - تمام تجارت اور مال کی درامد برامد اسی پر موقوف ہے -

خانساموں اور ڈک کے مزدوروں کی باقاعدہ یونین قائم ہے - دونوں نے فی الواقع ہڑتال کا ارادہ کرلیا تھا - ڈک کے مزدور تو انکی گرفتاری پر ہڑتال کر بھی چکے تھے لیکن کانگرس کمیٹی نے بہ مشکل سمجھا بجھا کے کام پر لگایا -

اسی طرح تمام سرکاری کالجوں کے طلبا کی نسبت بھی گورنمنٹ کا خیال تھا کہ بمجرد اعلان سزا کے کالجوں سے نکل آئینگے - انہی اسباب سے فیصلہ میں تاخیر کی جارہی تھی -

لیکن مولانا نے ۷ - کو ایک پیغام تمام اخبارات میں اس مضمون کا شائع کرایا کہ اُنکے مقدمہ کی نسبت کوئی غلط توقع لوگ نہ باندھ لیں - یہ قطعی ہے کہ

نقل و ترجمہ فیصلۂ عـــدالت

مقدمہ نمبری ۲۸ - سنہ ۱۹۲۲

قیصـــر هنـــد

بنام

محي الدین احمد عرف مولانا ابوالکلام آزاد

فیصلـــہ

اس مقدمہ میں مولانا ابوالکلام آزاد زیر دفعہ ۱۲۴ - الف تعزیرات هند مجرم قرار دیے جاتے هیں ' کیونکہ اُنہوں نے پہلي جولائي سنہ ۲۱ - کو مرزا پور اسکوائر کلکتہ میں مسئلۂ خلافت' پنجاب ' اور آزادي وطن کے مضامین پر' اور نیز ۱۵ - جولائي سنہ ۲۱ - کو اُسي مقام پر مسئلہ ترک موالات وغیرہ پر اُردو میں تقریر کرتے هوے' ایسے الفاظ استعمال کیے' جن کے ذریعہ گورنمنٹ قائم شدہ بروے قانون کے خلاف لوگوں میں نفرت و حقارت پھیلانے کي کوشش کی -

اِستغاثہ کي طرف سے جو شہادتیں پیش هوئي هیں ' اُن سے حسب ذیل واقعات ثابت هوتے هیں : مسٹر گولڈي ڈپٹي کمشنر پولیس اسپیشل برانچ نے یہ اطلاع پاتے هي کہ یکم جولائی کو مرزا پور پارک میں کوئي جلسہ هونیوالا ھے ' اپنے اُردو شارٹ هینڈ رپورٹر ابواللیث محمد ' انسکٹر ایس - کے - گھوسال سب انسپکٹر محمد اسمعیل' اور ایس - سي کر کو جلسہ کي کارروائي اور تقریروں کے نوٹ لینے کے لیے متعین کیا -

افسران مذکور جلسہ میں شریک هوے - اُنہوں نے تمام کارروائي اور تقریروں کے نوٹ لیے - ان میں ملزم کي تقریر بھي ھے جو اُس جلسہ کے صدر تھے - جلسہ میں تقریباً بارہ سو آدمیوں کا اجتماع تھا - جلسہ کا مقصد خلافت کے تین مبلغ : سعید الرحمن ' اجودھیا پرشاد ' اور جگدمبا پرشاد کي گرفتاري کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنا تھي -

میں شمار نہ کرونگا - یہاں اُس نے سزا کے رجسٹر میں حسب قاعدہ اُنکا نام، ولدیت عمر، حلیہ، قد، اور دستخط کا اندراج کرلیا - اُسکے بعد وہ جیل کی گاڑی میں مسلح پولیس کے ساتھہ روانہ کردیے گئے -

اس طرح کامل ساٹھہ دن کے بعد یہ کہانی ختم ہوگئی - اور جس شخص کو ایک دن کیلیے بھی قید کرنا گورنمنٹ کیلیے آسان نہ تھا، اور بغیر اسکے ممکن نہ تھا کہ لاکھوں انسانوں کے اضطراب پر غلبہ حاصل کیا جاے، وہ اس آسانی اور خاموشی کے ساتھہ ایک برس کیلیے قید خانے میں بھیجدیا گیا ! یہ فی الحقیقت نوان کواپریشن کے نظم و طاقت کا ایک حیرت انگیز ثبوت ہے !

عدالت کا فیصلہ (جیساکہ توقع تھی) نہایت مختصر ہے - نہ تو استغاثہ کی تشریح کی گئی ہے، نہ الزام کے اثبات کے وجوہ و دلائل بیان کیے ہیں - حتی کہ یہ بات بھی اُس سے معلوم نہیں ہوسکتی کہ ملزم نے کن الفاظ کے ذریعہ ۱۲۴ - الف کا ارتکاب کیا ہے ؟ اور کیونکر اسکی تقریریں اس دفعہ کے ماتحت آتی ہیں ؟ البتہ اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ ملزم نے تقریروں کے تمام وہ حصے تسلیم کرلیے جو گورنمنٹ کے متعلق تھے - مگر وہ کیا ہیں ؟ ان پر کوئی توجہ نہیں کی گئی - بہتر یہ تھا کہ سزا کی بنیاد اسی بات پر رکھدی جاتی کہ ملزم نے نہایت صفائی کے ساتھہ اپنے " مجرم " ہونے کا بار بار اظہار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ بحالت موجودہ آزادی اور حق کا مطالبہ ہی جرم ہے !

ابوالليث اور دوسرے افسروں نے حلفیه بیان کیا ھے که جو نوٹ انھوں نے لیے ھیں' اور جو مشترکه رپورٹ انھوں نے داخل کی ھے' وہ درست اور سچي ھیں -

داما چرن چٹرجي نے بھي حلفیه بیان کیا ھے که دونوں نقلوں کا جو ترجمه اسنے کیا ھے ' وہ صحیح اور اصلي ھے - لهذا کوئي وجه نهیں که میں انکي سچائي میں شبهه کروں -

ملزم نے ایک طویل بیان داخل کیا ھے جو گورنمنٹ کي برائیوں کي داستان سے بھرا ھے - اسمیں نهایت تشریح کے ساتھه ان تمام کارروائیوں کو دکھایا ھے جنکي وجه سے وہ گورنمنٹ کو " ظالم گورنمنٹ " کے نام سے تعبیر کرتا ھے' اور نیز اپني ان تمام کارروائیوں کا ذکر کیا ھے جو ان غیر قانوني کارروائیوں کے خلاف اُس نے کي ھے - وہ کهتا ھے که اُسکي تقریروں کی نقل بالکل ناقص' غلط ' اور مسخ شدہ ھے' اور محض بے جوڑ اور بعض مقامات پر بے معني جملوں کا مجموعه ھے - لیکن بهرکیف وہ اُن تمام حصوں کو تسلیم کرتا ھے جنمیں گورنمنٹ کی نسبت خیالات کا اظهار کیا گیا ھے - یا پبلک سے گورنمنٹ کے خلاف جد و جهد کي اپیل کي گئي ھے -

میں نے نهایت احتیاط سے یه تقریریں پڑھي ھیں اور انپر کامل غور و خوض کے بعد اس نتیجه پر پهنچا ھوں که یه باغیانه ھیں -

اور یه که ملزم نے ان تقریروں کے ذریعه گورنمنٹ قائم شدہ از روے قانون کے خلاف نفرت و حقارت پهیلانے کي کوشش کي -

میں ملزم کو حسب دعوی استغاثه مجرم پاتا ھوں - اور زیر دفعه ۱۲۴ - الف تعزیرات هند ایک سال قید با مشقت کي سزا دیتا ھوں -

(دستخط) ٹي - سوینهو

چیف پریسیڈنسي مجسٹریٹ - کلکته

۹ - فروري سنه ۱۹۲۲

منجملہ اور مقرروں کے ملزم نے بھي اُردو میں ایک طویل تقریر کی -
اُنکي تقریروں کے نوٹ اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر ابو اللیث محمد نے اور کچھہ حصے
دوسرے پولیس کے افسروں نے لیے - یہ نوٹ مسٹر گولڈي کے سامنے پیش ہوے -
اُنہوں نے اُنپر اپنے دستخط ثبت کردیے -

ابو اللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اُسکي نقل مسٹر گولڈي کے پاس
بھیجدي - دوسرے پولیس افسروں نے بھي اپنے اُسي لانگ ہینڈ نوٹ کي ایک
مشترکہ رپورٹ افسر مذکور کے پاس بھیجدي تھي -

۱۵ - جولائي سنہ ۲۱ - کو مسٹر گولڈي نے اُسي اُردو شارٹ ہینڈ رپورٹر
ابو اللیث محمد ' انسپکٹر بي - بي مکرجی ' سب انسپکٹر محمد اسمعیل '
اور ایس - سي کر کو ایک دوسرے جلسہ کی کارروائیوں اور تقریروں کے نوٹ لینے
کے لیے متعین کیا - جو اسی مقام پر ہونے والا تھا -

ملزم حاضرین جلسہ میں تھے - اُنہوں نے مذکورۂ بالا خلافت کے تین مبلغین :
سعید الرحمن ' - جگدمبا پرشاد اور اجودھیا پرشاد ' کی سزا یابی کے خلاف اُردو میں
تقریر کی ' اور لوگوں کو اس بات کی تلقین کی اور شوق دلایا کہ وہ بھی انکی پیروی
کریں اور جیل جائیں - جلسہ میں ۱۰ - ہزار کا مجمع تھا - ابو اللیث نے ملزم
کی تقریر کے نوٹ اُردو شارٹ ہینڈ میں لیے - اور دوسرے افسروں نے اُنکے کچھہ
حصے لانگ ہینڈ میں لیے -

ابو اللیث نے اپنا نوٹ صاف کرکے اسکی نقل ' اور دیگر افسروں نے ایک
مشترکہ رپورٹ مسٹر گولڈي کے سامنے پیش کردي -

ابو اللیث کی اُردو کی دونوں نقلوں کا ترجمہ سرکاري مترجم مسٹر باما چرن
چٹرجی نے کیا ہے - مسٹر گولڈي نے نقل اور ترجمہ ملنے کے بعد ملزم کی مذکورہ
تقریروں کے خلاف دفعہ ۱۲۴ - الف کے ماتحت گرفتار کرنے کی درخواست گورنمنٹ
آف بنگال سے کی - اور ۲۲ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ - کو سینکشن حاصل کیا -
اسنے اس سینکشن کي تصدیق بھي کردي ہے -

کافي جرم ھے - بنگال و آسام میں صرف پولیس افسروں کي مرضي کا نام حکومت اور قانون ھے - کلکته کي سڑکوں پر بے شمار آدمي گرفتار کرلیے گئے جو گاڑھا پہنے ھوے تھے ' یا چاند اور تارے کا نشان اُن کي ٹوپي پر تھا - جلسوں کی ممانعت کا آرڈر بھی ھر جگہه نافذ کردیا گیا ھے - گرفتاریاں بھی آخري حد تک پہنچ گئي ھیں - پنجاب میں لاله لاجپت راے جی اور اُن کے ساتهه چار اعلی عہده داران کانگریس گرفتار کرلیے گئے - جس کے صاف معنی یه ھیں که گورنمنٹ تحریک کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کرلینے کے لیے طیار ھوگئی ھے - گذشته دو ھفته کے اندر وائسراے اور گورنر بنگال کی طرف سے بار بار اعلان بھی ھوچکا ھے که اب گورنمنٹ کی جانب سے کسی طرح کی کوتاھی نه ھوگی -

(بے بســـي کا غصـــه !)

۱۷ - تاریخ کی فتح مند ھڑتال اور پرنس آف ویلز کے ورود کے کامیاب بائیکاٹ نے گورنمنٹ کو بے بس کردیا - بے بسي نے اب غیظ و غضب کي صورت اختیار کرلی ھے - گورنمنٹ صاف صاف کہه رھی ھے که آینده ھڑتال کو روکا جائیگا - کلکته میں پولیس پورا زور لگا رھی ھے که لوگ سہم جائیں اور ھڑتال نه ھوسکے - سول گارڈ کا قیام خلافت والنٹیرز کا جواب ھے ' اور اس ذریعه سے تمام آبادي کو مرعوب کیا جا رھا ھے -

والنٹیر کورز کو توڑ کر ' جلسوں کی ممانعت کرکے ' اور کارکنوں کو کثرت کے ساتهه گرفتار کرکے گورنمنٹ چاھتی ھے که تحریک کا خاتمه کردے - اس نے خیال کیا ھے که تحریک کی ھستی اور تبلیغ کے صرف تین ھی ذریعے ھیں : والنٹیرز ' جلسے ' لیڈر - ان سب پر به یک وقت وار کرکے وہ اپنے کام سے پوري طرح فارغ ھو جائیگي

(تشدد اور برداشت کا مقابله)

ھم نے گورنمنٹ کے تشدد کا ھمیشه استقبال کیا ' ھم نے صرف استقبال ھی نہیں کیا بلکه آرزوئیں کی - گورنمنٹ نے کرانچی رزولیوشن کو جرم قرار دیا ' تو

﴿ ۱ ﴾

(از پیغام ۹ - دسمبر سنه ۱۹۲۱ع)

آخری منزل کے آثار پھر شروع ھو گئے

بازھوائے چمنم آرزوست
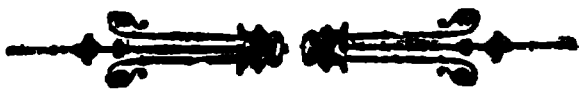
وقت آگیا ہے کہ اسلام اور ملک کا ہر فرزند بھی

آخری آزمائش کے لیے طیار ھو جائے

وکم من فئة قلیلة ' غلبت فئة کثیرة باذن الله ' والله مع الصابرین !

" کتنی ھی چھوٹی اور کم تعداد جماعتیں ھیں ' جو اللہ کے حکم سے بڑی تعدادوں پر غالب آگئیں ؟ مگر شرط کامیابی صبر ہے - کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں ھی کا ساتھ دیتا ہے ! "

مقدمۂ کراچی کی گرفتاریوں کے بعد حیرانی و درماندگی کی جو خاموشی چھا گئی تھی ' بالاخر ٹوٹی اور گورنمنٹ نے آخری حملے کے لیے ھتیار اٹھا لیے - وہ اب ایک نئی شان کے ساتھ آگے بڑھی ہے - اس میں طاقت سے زیادہ طیش ہے ' اور طیش کے ساتھ غصہ کی گھبراھٹ بھی مل گئی ہے - وہ گویا ضبط کرتے کرتے اُکتا گئی - اب حریف کی طرح مقابلہ نہیں کرے گی - غیظ و غضب میں بھرے ھوے آدمی کی طرح ٹوٹ پڑیگی - بنگال ' آسام ' یوپی ' دھلی ' اور پنجاب میں والنٹیر کورز توڑ ڈالی گئی ھیں - خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے دفتروں پر چھاپے مارے گئے ھیں - عہدہ داروں کو بے دریغ گرفتار کیا جا رہا ہے - اکثر حالتوں میں سفید ٹوپی اور گاڑھے کا لباس گرفتاری کیلیے

نہ اُترے - ھم نے خدا کا نام لیا ' اور اُسکي شریعت کے حکموں کي اطاعت کي راہ میں قدم اُٹھایا - ھم نے خود ھي اپنے ایمان و نفاق کے لیے معیار بنادیا ' اور ھم نے تمام دنیا کو دعوت دي کہ وہ ھم میں سے مومنوں کو منافقوں میں سے چن لے - ھم نے کہا کہ ایمان کي گھڑي ھے اور اسلام کا فیصلہ ھے - پس مومن وہ ھے جو وقت کا فرض انجام دے ' اور منافق وہ ھے جو وقت پر پیٹھ دکھلا دے : یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ ' فاما الذین اسودت وجوھھم ' اکفرتم بعد ایمانکم ' فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون - و اما الذین ابیضت وجوھھم ' ففي رحمت اللہ ' ھم فیھا خالدون !

یہ سب کچھہ ھم نے اپني مرضي اور اپني طلب سے کیا - خدا اور اس کے فرشتے ھماري زبانوں اور ھمارے دلوں پر گواہ ھیں - پھر اگر آج آزمایش کي گھڑي آ گئي ھے اور منزل سامنے ھے جس کے لیے ھم اس قدر دعوے کرچکے ھیں ' تو کیا ھم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بھلا دینگے ؟ کیا اپنے تمام اعلان واپس لے لیں گے ؟ کیا ھمارا دعوا دھوکا ثابت ھوگا ' اور ھمارا اعلان محض فریب کا تماشا ھوگا ؟ کیا ھم نے جو کچھہ کہا وہ جھوٹ تھا ؟ اور ھم نے اپنے ایمان اور حق کے لیے جو کچھہ سمجھا وہ دھوکا تھا ؟ کیا ھم خدا اور اس کي سچائي سے منھہ موڑلینگے ؟ کیا ھم ایمان کي اس سب سے چھوٹي آزمائش میں بھي پورے نہ اُترینگے ؟ کیا مشکلیں ھم کو ھرا دینگي ؟ تکلیفیں ھمیں ڈرا دینگي ؟ اور گرفتاریوں کا ھراس ھمارے ایمان پر غالب آ جائیگا ؟

دنیا ھماري طرف تک رھي ھے - تاریخ کے صفحات ھمارے انتظار میں ھیں - ھزاروں لاکھوں شہیدان ظلم کي نگاھیں ھم پر لگي ھوئي ھیں - سمرنا اور ایشیاے کوچک کي خون آلود سرزمین سے ھمارے لیے صدائیں اُٹھہ رھي ھیں اور ھندستان کي پامال سرزمین کا ایک ایک ذرہ ھماري کھوج میں ھے - کیا ھمارا وجود اُن سب کے لیے مایوسي ھوگا ؟ کیا ھماري نامرادي و بدبختي کي سرگزشتیں لکھي جائینگي ؟ کیا تاریخ کو ھم صرف اپني منحوس ناکامي ھي کي کہاني دے سکتے ھیں ؟ کیا آنے والی نسلوں کی زباں پر ھمارے لیے صرف نفرتیں اور لعنتیں ھی

هم میں سے هزاروں دلوں نے منتیں کیں کہ اُنہیں بھی گرفتار کرلیا جاے - لیکن گورنمنٹ برابر قدم اُٹھا کے پیچھے ہي هٹتی رهی - اب پھر اُس نے قدم بڑھایا ھے - هم اُس کا ' اُسکے تمام ساز و سامان کا ' اُس کے هر طرح کے جبر و تشدد کا ' اُس کے زیادہ سے زیادہ غیظ و غضب کا ' اُس کے اس آخري اعلان جنگ کا پوري آمادگي و قبولیت کے ساتھہ استقبال کرتے هیں ' اور همارا اعلان ھے کہ هم آخر تک میدان کو پیٹھ نہ دکھلائیں گے -

اب جبر و تشد اور برداشت میں آخري مقابلہ شروع هوگیا ھے - فتح اس کي هوگي جو زیادہ طاقتور هوگا اور زیادہ دیر تک میدان میں ٹک سکے گا - اگر گورنمنٹ کي طاقت ملک کے برداشت سے زیادہ ھے' تو جیت اُس کي ھے - اگر ملک کي برداشت گورنمنٹ کي طاقت سے زیادہ ھے تو ملک کي فتح مندي کو کوئي طاقت روک نہیں سکتي -

(آخري منزل اور همارا فرض)

اگر سچ مچ گورنمنٹ کا یہ آخري وار ھے ' تو هم کو بھي سمجھہ لینا چاهیے کہ " سفر کي آخري منزل " آگئي ' اور اسلیے هم کو بھي آخري آزمائش کے لیے طیار هوجانا چاهیے - هم نے دو سال سے جس قدر اعلان کیے هیں ' اب وقت آ گیا ھے کہ اُن میں سے هر اعلان اپني حقیقت کے لیے مطالبہ کرے - هم نے دو سال سے جس قدر دعوے کیے هیں ' وقت آگیا ھے کہ اُن میں سے هر دعوا اپني سچائي کا دنیا کو یقین دلا دے - هم دو سال سے جو کچھہ کہہ رھے هیں' وقت آگیا ھے کہ دنیا کو کرکے دکھلا دیں - هم نے ایمان کا اعلان کیا ھے - هم نے خدا پرستي کا دعوی کیا ھے - هم نے سر فروشي اور جانستاني کا نعرہ لگایا ھے - هم نے قرباني و جانبازي کا هزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ھے - هم نے حق پرستي کے عہد کیے هیں ' اور اسلام اور ملک سے عشق و محبت کا پیمان وفا باندھا ھے - هم نے نامردي اور بزدلي کي همیشہ حقارت کي - هم نے حق سے منہہ موڑنے اور خدا کو پیٹھہ دکھلانے پر لعنتیں بھیجیں - هم اُن پر هنسے جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے - هم نے اُن کي بدبختي و محرومي سے پناہ مانگي جو وقت پر اپنے دعوؤں میں پورے

اچھا، اب ایک ایک چیز کو گنو، اور سونچو کہ ھمارے مقابلے میں کون کون سي طاقت لائي جاسکتي ھے ؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لیے پوري طرح ھیبت ناک، ھے - لیکن بے خوفي کے مقابلے میں کیا کریگي ؟

گورنمنٹ احکام نافذ کرکے ھمیں روک دے سکتي ھے - لیکن جن لوگوں نے ٹھان لیا ھو کہ کبھي نہ رکیں گے اور نہ رک کر سب کچھہ جھیل لیں گے، ان کے مقابلے میں وہ کیا کرے گي ؟

گورنمنٹ گرفتار کرکے قید خانے بھردے گي - لیکن جو لوگ خود ھي قید ھونے کے ایسے طیار ھیں، ان کے لیے قید خانے کي نمایش کیا کام دے سکتي ھے ؟

سب سے آخري طاقت ھلاکي اور خونریزي کي طاقت ھے - بلا شبہ فوجیں جمع ھوسکتي ھیں - ھتیار چمک سکتے ھیں- توپیں گرج سکتي ھیں - لیکن جو لوگ موت کے لیے خود ھي طیار ھوچکے ھوں، ان کے سامنے موت آ کر کیا کرلیگي ؟

(ھم کو ھمارے سوا کوئي زیر نہیں کرسکتا)

لیکن ھاں، جبکہ کرۂ ارضي کي سب سے بڑي مغرور طاقت بھي ھمارا کچھہ نہیں بگاڑ سکتي، تو ایک طاقت ھے جو ھمیں پل بھر کے اندر پاش پاش کردے سکتي ھے -

وہ کون ھے ؟

وہ خود ھم ھیں، اور ھماري خوفناک غفلت ھے اگر وہ وقت پر نمودار ھوگئي ھم پر ھمارے سوا کوئي غالب نہیں آسکتا - ھم ایمان اور استقامت سے مسلح ھوکر اتنے طاقتور ھیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ارضي گھمنڈ بھي ھمیں شکست نہیں دے سکتا، لیکن اگر ھمارے اندر اعتقاد اور عمل کي ایک ادنیٰ سي کمزوري اور خامي بھي پیدا ھوگئي، تو ھم خود آپ ھي اپنے قاتل ھونگے، اور ھم سے بڑھکر دنیا میں اچانک مٹ جانے والي کوئي چیز بھي نہیں ملےگي -

ھوسکتی ھیں ؟ کیا ھم دنیا کو اس بات کیلیے چھوڑدینگے کہ ھماري ایمان سے محرومي اور ھمت سے تہی دستی پرگواھی دے ؟

آہ ' یہي گھڑي ھے جو اس کا فیصلہ کرے گي - یہي وقت ھے جو ھمیشہ کے لیے ھماري فتح و شکست کا فیصلہ لکھہ دےگا - آؤ ' اپني قسمت کي تعمیر کریں - اپني عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچالیں - اپني فتح کو شکست کے لیے نہ چھوڑدیں - اسلام کے دامن کے لیے دھبہ نہ بنیں جوکبھي محو نہ ھو - ھندوستان کي آزادي اور نجات کي اُمید تاراج نہ کردیں ' جو صدیوں تک واپس نہ ملسکے !

(راہ عـــمـــل)

ھمارے کام کا راستہ بالکل صاف ھے - ھماري کامیابي کے لیے کوئي روک نہیں - یقیناً خدا کي رحمتوں نے ھمارا ساتھہ دیا ' اور ھم پر ایسي راہ عمل کھول دي کہ جب تک ھم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاھیں ' کوئي ھمیں شکست نہیں دے سکتا -

ھم نے اول دن ھي سے قرباني اور استقامت کا اعلان کیا ھے - " قرباني " سے مقصود یہ ھے کہ مقصد کي راہ میں ھر طرح کي تکلیف و مصیبت جھیلتے رھنا - " استقامت " سے مقصود یہ ھے کہ راہ میں جمے رھنا اور کبھي اس سے منہ نہ موڑنا -

پھر بتلاؤ ' گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بھي کوئي بڑي طاقت اس کے مقابلے میں کیا کرسکتي ھے ؟ کیونکر وہ ھمیں روک سکتي ھے ؟ اور کس طرح ھم پر غالب آسکتي ھے ؟ فوج ھو تو اُسے شکست دي جاے ' قلعے ھوں تو اُنھیں ڈھا دیا جاے ' دیواریں ھوں تو اُنھیں گرا دیا جاے ' ھتیار ھوں تو اُنھیں چھین لیا جاے - لیکن جو قوم قربان ھونے اور مٹنے کے لیے طیار ھوگئي ھو اور صرف قربان ھونا اور جان پر کھیل جانا ھي اُسکي فوج اور ھتیار ھو ' اُس کا مقابلہ کس چیز سے کیا جائیگا ؟ جسموں کو مارا اور ھتیاروں کو چھینا جاسکتا ھے ' لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لیے نہ کوئي کاٹ ھے ' نہ کوئي آگ -

دکھلا سکي ؟ یہ الفاظ بھي ٹھیک نہیں - یوں پوچھنا چاھیے کہ کیا وہ کوئي ایک بات بھي ھماري مخالفت میں کرسکي ؟ وہ تو اور زیادہ ھمارا ساتھہ دے رھي ھے - عین ھماري آرزوؤں اور خواھشوں کے مطابق ھمیں کامیابي کي طرف کھینچ رھي ھے -

وہ زیادہ مخالف ھوئي تو اُس نے زیادہ گرفتاریاں شروع کردیں ' لیکن گرفتاریوں ھی کے لیے تو ھم نے اپنا پرو گرام بنایا تھا ؟ وہ زیادہ سختي پر آئي تو اُس نے بڑے بڑے لیڈروں پر بھي ھاتھہ بڑھایا ' لیکن تحریک کي طاقت اور ترقي کے لیے بھي تو ھم اسی بات کے طلبگار تھے ؟ حتی کہ گرفتاریوں کے لیے گورنمنٹ کو بلاوے دیتے دیتے تھک گئے تھے ؟ وہ زیادہ مقابلے میں سرگرم ھوئي تو والنٹیر کورز توڑ ڈالي گئیں ' لیکن یہ تو عین ھماري دستگیري ھے اور سچ مچ کو ھمیں کام پر لگادیتا ھے - کیونکہ سول ڈس اوبیڈینس کے لیے ھمیں کسي ایسي ھي بات کي تلاش تھي - ھم کب سے اس موقعہ کے انتظار میں راہ تک رھے تھے ؟ پھر یہ کیسي مخالفت ھے جو عین موافقت کا کام دے رھي ھے ؟ اور کیسا مقابلہ ھے جس کا ھر وار ھمیں ایک نیا ھتیار بخش دیتا ھے ؟ فی الحقیقت یہی ایمان و صبر کی راہ کا معجزہ ھے ' اور یہی وہ راز ھے کہ ایمان اور قربانی کے مقابلے میں طاقت کا سارا ساز و سامان بیکار ھو جاتا ھے - دنیا میں شکست دینے اور مٹانے کے جتنے بھی ھتیار ھیں ' اُن میں سے کوئی ھتیار بھی اس پر غالب نہیں آ سکتا -

(گورنمنٹ کي رھنمائي)

میں سچ سچ کہتا ھوں کہ اس وقت ھماري تحریک کي طاقت اور فتح کے لیے ھمارا بڑا سے بڑا طاقتور دوست اور رھنما بھي ھم پر وہ احسان نہیں کرسکتا تھا جو گورنمنٹ نے خلافت اور کانگرس والنٹیر کورز کو توڑ کر ھم پر کردیا ھے - اُسنے عین وقت پر ھماري مدد کي - وہ ھماري مدد کیوں کرتي ؟ لیکن اُسي کارساز قدرت نے اُس کے ھاتھوں کرائي جو ھمیشہ اپني نیرنگیوں کے اچھنبے دنیا کو دکھلاتا رھتا ھے - ٹھیک ٹھیک یہ اُسي وقت ھوا جبکہ ھم میں سے ھر دل بڑي بیقراري سے

همکو گورنمنت شکست نہیں دے سکتی - پر هماري غفلت همیں پیس ڈالے گي - هم کو فوجیں پامال نہیں کرسکتیں لیکن همارے دل کي کمزوري همیں روند ڈالے گي - همارے دشمن اجسام نہیں هیں - عقائد اور اعمال هیں - اگر همارے اندر ڈر پیدا هوگیا ' شک و شبه نے جگه پالي ' ایمان کي مضبوطي اور حق کا یقین ڈگمگا گیا ' هم قرباني سے جي چرانے لگے ' هم نے اپني روح فریب نفس کے حواله کردي ' همارے صبر اور برداشت میں فتور آگیا ' هم انتظار سے تهک گئے ' طلبگاري سے اُکتا گئے ' هم میں نظم نه رها ' هم اپني تحریک کے تمام دلوں اور قدموں کو ایک راه پر نه چلاسکے ' هم سخت سے سخت مشکلوں اور مصیبتوں میں بهی امن اور انتظام قائم نه رکهه سکے ' همارے باهمی ایکے اور یگانگت کے رشته میں کوئی ایک گره بهي پڑگئي ' غرضکه اگر دل کے یقین اور قدم کے عمل میں هم پکے اور پورے نه نکلے ' تو پهر هماري شکست ' هماري نامرادي ' هماري پامالي ' همارے پس جانے ' همارے نابود هوجانے کے لیے نه تو گورنمنت کي طاقت کي ضرورت هے ' نه اس کے جبر و تشدد کي - هم خود هي اپنا گلا کاٹ لیںگے ' اور پهر صرف هماري نامرادي کي کہاني دنیا کي عبرت کے لیے باقي ره جاے گي !

هماري طاقت بیروني سامانوں کي نہیں هے که اُنهیں کهوکر دوباره پالیں گے - هماري هستي صرف دل اور روح کي سچائیوں اور پاکیوں پر قائم هے ' اور وه همیں دنیا کے بازاروں میں نہیں مل سکتیں - اگر خزانه ختم هو جاے تو بٹور لیا جاسکتا هے - اگر فوجیں کٹ جائیں تو دوباره بنالی جاسکتي هیں - اگر هتیار چهن جائیں تو کارخانوں میں ڈهال لیے جاسکتے هیں - لیکن اگر همارے دل کا ایمان جاتا رها تو وه کہاں ملے گا ؟ اگر قرباني و حق پرستي کا پاک جذبه مٹ گیا تو وه کس سے مانگا جائیگا ؟ اگر هم نے خدا کا عشق اور ملک و ملت کي شیفتگي کهو دي تو وه کس کارخانے میں ڈهالي جائیگي ؟

(گورنمنت کي مخالفت یا اعانت ؟)

گورنمنت نے آخري حمله کے لیے هتیار اُٹها لیے - لیکن پهر کیا هوا ؟ کیا هماري شکست ' هماري پامالي ' هماري ناکامیابي کے لیے کوئي بات بهي

سچے دل سے اس شرط پر یقین رکھیں ' اور خدمت دین و ملت کے پاک کام کو بدمعاشوں اور شریروں کی شرکت سے گندہ نہ ہونے دیں - ہم کو پوری ہشیاری اور نگہبانی کے ساتھہ اس کا اطمینان کرلینا چاہیے - اور جب تک اطمینان نہ ہو والنٹیرز کا نیا کام شروع نہیں کرنا چاہیے - یہ اطمینان دونوں جماعتوں کی طرف سے ہونا چاہیے - اُن کی طرف سے بھی جو والنٹیر بنیں ' اور اُن سب کی طرف سے بھی جو والنٹیرز کی قربانیوں اور گرفتاریوں کا نظارہ کریں - دونوں کے دلوں کو تتول لینا چاہیے - دونوں کے دلوں پر امن کی ضرورت نقش کردینی چاہیے - والنٹیر وہی بنے جو گرفتار ہو جانے ' اور پھر بلا جرمانہ دیے ' بلا معافی مانگے ' بلا پیشانی پر بل لائے ' سزا جھیل لینے کے لیے طیار ہو - اسی طرح والنٹیرز کا کام صرف اُسی آبادی میں شروع کیا جاے جو ہر روز اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے عزیزوں کی گرفتاری دیکھے ' لیکن نہ تو اُسے خوف و ہراس ہو - نہ بیجا جوش اور بھڑک - اگر ولولہ اُٹھے تو اُنکی ریس کا - جوش پیدا ہو تو اُن ہی کی طرح خوش خوش قید ہو جانے کا !

تیسری شرط " استقامت " ہے - یعنی قربانی اور جانبازی کی راہ میں قدم اُٹھا کر پھر اس طرح جم جانا کہ نہ تو کوئی طمع ہلا سکے - نہ کوئی خوف ڈرا سکے - سمندر کی طرح پر جوش ' پہاڑ کی طرح مضبوط !

تــزول الجبـــال الـــراسيـات و قلبــهم

علـــى العـــهـد لا يلـــوي و لا يتغـــير !

اس شرط کیلیے اور زیادہ کیا کہوں ؟ کامیابیوں کی جڑ ' فتح و مراد کا سرچشمہ ' ایمان کا خلاصہ ' عمل کی روح ' خدا کی رحمت کا وسیلہ اگر ہے تو اس کے سوا کچھہ نہیں - ان الذین قالوا ربنا اللہ *

---

* جو خدا پر ایمان لاے اور اُس پر

ساتھہ اس کي ضرورت محسوس کررھا تھا - یہ گویا آسمان کي فیاض اور وقت شناس بارش ھے جو نہ توپہلے آئي اور نہ دیرکرکے آئي - ٹھیک اُسي وقت آئي جبکہ تمام کھیت اس کي راہ تک رھے تھے : ومن آیاتہ ان یریکم البرق خوفا و طمعا !

اس وقت تحریک کي کامیابي کے لیے سب سے زیادہ ضروري اور ناگزیر عمل " سول ڈس اوبیڈینس " کا تھا - یعنی اس بات کا تھا کہ سول قوانین کی تعمیل سے انکار کردیا جاے اور قید خانے بھرکر گورنمنٹ کے تشدد کو تھکادیا جاے - اس کي کامیابي کے لیے کامل نظم و امن اور صبر و استقامت کي ضرورت تھي اور نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وقت پر اس کي شرطیں پوري ھوسکیں گي یا نہیں ؟

سول ڈس اوبیڈنیس کي دو صورتیں ھیں :

ایک یہ کہ کوئي خاص معین قانون ھو جو ھماري تحریک کے جائز اور با امن کاموں کو جبراً روکتا ھو ' اور صرف اسي کي عدم تعمیل سے کام شروع کیا جاے - یہ صورت محض دفاعي ھے - اور اسلیے سب سے زیادہ محفوظ اور کامیاب ھے - کیونکہ اس میں میدان عمل محدود رھتا ھے ' اور صرف وھي لوگ اس میں آسکتے ھیں جو اچھي طرح اس کے لیے طیار ھوں -

دوسري صورت یہ ھے کہ کوئي ایسا خاص قانون تو سامنے نہ ھو' مگر عام طور پر تمام سول قوانین کي تعمیل سے انکار کردیا جاے - اس میں زیادہ اولو العزمي اور دلیري ھے کیونکہ یہ دفاعي عمل نہیں ھے - جارحانہ ھے - لیکن ساتھہ ھي بہت نازک اور کٹھن بھي ھے - اس کو صرف دو چار آدمی کرکے نتیجہ نہیں پیدا کرسکتے جب تک بڑي جماعت اور پوري آبادی نہ کرے ' اور ظاھر ھے کہ پوری آبادی کا اس کي مشکلات پر غالب آنا اور تمام شرطوں میں پورا اُترنا آسان نہیں ھے -

آل انڈیا کانگریس کمیٹي نے جب کوئي پہلي صورت سامنے نہ دیکھي تو دوسري صورت اختیار کي - لیکن اس کے لیے ضروري شرطیں بھي ٹھرا دیں - یہ شرطیں ایسي ھیں جو اسوقت صرف چند خاص مقامات ھي میں پوري ھوسکتي ھیں - اس لیے لوگوں کو مایوسي ھوئي اور تمام کارکن حلقے کام میں شریک نہ ھوسکے -

بیگم صاحبہ مولانا کا تار بنام مہاتما گاندھی

ہم ذیل میں بیگم صاحبہ مولانا کا وہ تار درج کرتے ہیں ' جو اُنہوں نے مولانا کی سزا یابی کے بعد مہاتما گاندھی کو احمد آباد اور بردولی کے پتوں پر دیا تھا - لیکن سنٹرل ٹیلیگراف آفس کلکتہ نے اُسے روک لیا -

" میرے شوہر مولانا ابو الکلام آزاد کے مقدمہ کا فیصلہ آج سنادیا گیا ' اُنہیں صرف ایک سال قید سخت کی سزا دی گئی - یہ نہایت تعجب انگیز طور پر اُس سے بدرجہا کم ہے جسکے سننے کیلیے ہم طیار تھے - اگر سزا اور قید قومی خدمات کا معاوضہ ہے تو آپ تسلیم کرینگے کہ اس معاملہ میں بھی انکے ساتھہ سخت نا انصافی برتی گئی - یہ تو کم سے کم بھی نہیں ہے' جسکے وہ مستحق تھے - میں آپکو اطلاع دینے کی جرأت کرتی ہوں کہ بنگال میں جو جگہ انکی خدمات کی خالی ہوئی ہے ' انکے لیے میں نے اپنی ناچیز خدمات پیش کردی ہیں - اور وہ تمام کام بدستور جاری رہینگے جو انکی موجودگی میں انجام پاتے تھے - میرے لیے یہ ایک بہت بڑا بوجھہ ہے لیکن میں خدا سے مدد کی پوری اُمید رکھتی ہوں - البتہ انکی جگہ صرف بنگال ہی میں خالی نہیں ہے - بلکہ تمام ملک میں ' اور اسکے لیے سعی کرنا میرے دسترس سے بالکل باہر ہے " -

" میں پہلے چار سال تک انکی نظربندی کے زمانہ میں اپنی ایک ابتدائی آزمائش کرچکی ہوں ' اور میں کہہ سکتی ہوں کہ اس دوسری آزمائش میں بھی پوری اُتروںگی - گذشتہ پانچ سال سے میری صحت نہایت کمزور ہوگئی ہے ' دماغی محنت سے بالکل مجبور ہوں - اسلیے باوجود میری خواہش کے مولانا ہمیشہ اس سے مانع رہے کہ میں کسی طرح کی محنت اور مشغولیت کے کام میں حصہ لوں - لیکن میں نے ارادہ کرلیا تھا کہ انکی سزا یابی کے بعد مجھے اپنی ناچیز ہستی کو اداء فرض کیلیے وقف کردینا چاہیے - میں آج سے بنگال پراونشیل خلافت کمیٹی کے تمام کاموں کو اپنے بھائی کی اعانت سے انجام دونگی " -

" اُنہوں نے مجھہ سے کہا ہے کہ اُنکے پر [illegible] احترام سلام [illegible] یہ پیغام آپ [illegible] پہنچا دوں کہ اسوقت دونوں فریق میں [illegible] بھی فریق کی حالت [illegible] لم کیلیے طیار نہیں ہے - [illegible] گورنمنٹ نہ ملک ' اسلیے ہمارے [illegible] دیکھی تو [illegible] تئیں طیار کرنے ہی کا کام درپیش ہے - بنگال [illegible] صورت اختیار کی - [illegible] پیش رہیگا بھی [illegible] - یہ شرطیں ایسی ہیں جو اسوقت صرف چند خاص مقامات ہی میں پوری ہوسکتی ہیں